# ذکرِ الٰہی

(تقریر بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۱۶ء)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

# ذکرِ الٰہی

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۶ء)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ○ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ○ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ○ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ○ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ○ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ○ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ○ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ○ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ○ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ○ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ○ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ○

(سورۃ الاعلیٰ)

## ذکرِ الٰہی کے اس مضمون کی اہمیت کس قدر ہے

آج میرا مضمون جیسا کہ میں نے کل بتایا تھا ایک ایسے امر کے متعلق ہے جس کی نسبت میرا یقین ہے کہ وہ نہایت ہی ضروری ہے۔ اور یہ محض قیاس اور استنباط پر ہی نہیں بلکہ اس کے متعلق قرآن کریم کی آیات کا بھی فیصلہ اور حکم ہے۔ شاید بعض

لوگ اس کو سن کر کہہ دیں کہ یہ تو معمولی بات ہے اور ہم پہلے سے ہی اس کو جانتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں کا حال تو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ مگر میں موجودہ حالات کے لحاظ سے کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس مضمون میں بہت سی باتیں ایسی بیان کی جائیں گی جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے اور جن کو میں نے کسی کتاب میں بھی نہیں دیکھا۔

چونکہ مضمون ایسا عام ہے کہ اس کے ہیڈنگ کو سن کر اکثر لوگ کہہ دیں گے کہ یہ تو معمولی اور پہلے کا جانا ہؤا ہے۔ اس لئے میں اس کے سنانے سے قبل یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ مضمون نہایت ضروری اور اہم ہے اس لئے اس کو غور سے سنئے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں اس میں بہت سی باتیں ایسی بیان کروں گا کہ اگر آپ لوگ نوٹ کر کے ان پر عمل کریں گے تو خدا تعالیٰ ان کو تمہارے لئے بہت خیر اور خوبی کا موجب بنائے گا۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں اصل مضمون کو شروع کروں ایک اور بات سنا دینا چاہتا ہوں جو یہ ہے۔

## جلسہ پر آکر فائدہ اٹھانا چاہئے

بعض لوگ جو جلسہ میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں وہ اِدھر اُدھر پھر کر اپنا وقت گذار دیتے ہیں یہ بہت بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو روپیہ اس لئے نہیں دیا کہ ضائع کریں ۔ اگر انہوں نے یہاں آکر بے کار ہی پھرنا تھا تو ان کو یہاں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جو لوگ یہاں آتے ہیں وہ تکلیف اٹھا کر اور روپیہ خرچ کر کے اس لئے آتے ہیں کہ کچھ سنیں اور فائدہ اٹھائیں۔ لیکن مجھ تک یہ شکایت پہنچی ہے کہ لیکچراروں کے لیکچر دینے کے وقت کئی لوگ اٹھ کر اس لئے چلے جاتے ہیں کہ یہ باتیں تو ہم نے پہلے ہی سنی ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ اگر ان کی یہ بات درست ہے کہ جو بات سنی ہوئی ہو اسے پھر نہیں سننا چاہئے تو پھر انہیں قرآن کریم بھی بار بار نہیں پڑھنا چاہئے اور ایک دفعہ پڑھ کر چھوڑ دینا چاہئے۔ اسی طرح نماز اور روزہ کے متعلق بھی کرنا چاہئے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات سنائی جا رہی ہو جو پہلے بھی سنی ہو۔ تو اسے بھی پورے شوق اور دلی توجہ کے ساتھ سننا چاہئے کیونکہ اس طرح بھی بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اور وہ بات پورے طور سے قلب پر نقش ہو جاتی ہے۔ پھر اگر مجلس سے ایک اٹھتا ہے تو دوسرا بھی اس کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور تیسرا بھی۔ اسی طرح بہت سے لوگ اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں جو بہت بری بات ہے۔ ہاں اگر کسی کو اٹھنے کی سخت ضرورت ہو۔ مثلاً پیشاب یا پاخانہ کرنا ہو تو وہ اٹھے اور باہر چلا جائے۔ مگر چاہئے کہ اپنی حاجت کو پورا کر

کے بہت جلدی واپس چلا آئے تا کہ یہاں جس غرض اور مدعا کے لئے آیا ہے وہ اسے حاصل ہو سکے۔ اور جس نفع اور فائدہ کے لئے جلسہ میں شامل ہؤا ہے وہ حاصل کر سکے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص کسی نیک مجلس میں بیٹھتا ہے تو بغیر اس کے کہ وہاں کی باتیں سنے اور ان پر عمل کرے یوں بھی اسے فائدہ ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ ایک مجلس میں کچھ آدمی بیٹھے تھے خدا تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ میرے فلاں بندے کیا کر رہے تھے۔ (رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اس لئے سوال نہیں کیا کہ وہ جانتا نہ تھا بلکہ خدا تعالیٰ اصل واقعہ کو خوب جانتا تھا) انہوں نے کہا ذکرِ الٰہی کر رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ انہوں نے مانگا میں نے ان کو دیا۔ فرشتوں نے کہا ان میں ایک ایسا آدمی بھی بیٹھا تھا جو ذکرِ الٰہی نہیں کرتا تھا یونہی بیٹھا تھا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ان کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں ہو سکتا میں اس کو بھی انعام و اکرام دوں گا۔ (بخاری کتاب الدّعوات باب فضل ذکر اللہ) مطلب یہ کہ نیکوں کی صحبت میں جو بیٹھتا ہے خواہ ایک وقت اسے ہدایت نصیب نہ ہو لیکن دوسرے وقت میں ضرور حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ باوجود خلوص دل سے ایسی مجلس میں بیٹھنے کے وہ کافر ہی رہے۔ ہاں جو ایک آدھ دفعہ بیٹھ کر پھر نہیں آتا اور کافر ہی رہتا ہے اس کے لئے یہ بات نہیں ہے۔ تو آپ لوگ بہت حد تک مجلس میں بیٹھے رہنے کی کوشش کریں۔ اور اگر کسی کو کوئی سخت ضرورت ہو تو اس کو پورا کر کے جلدی واپس آجائے۔

**دعا کے طریق بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اور زیادہ انکشاف کر دیا** میں نے پچھلے دنوں دعا کے متعلق کچھ خطبات کہے تھے۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قسم کے مضامین بیان ہوئے تھے کہ جن سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ میرے پاس کئی ایک خطوط آئے ہیں۔ جن میں لکھا ہؤا تھا کہ ان سے بہت فائدہ ہؤا ہے۔ ان کے متعلق مجھے ایک شخص نے لاہور سے خط لکھا تھا اس کا نام نہیں پڑھا گیا تھا معلوم ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق ستاری سے کام لیا۔ اس نے لکھا کہ آپ نے یہ کیا کر دیا کہ آپ نے وہ طریق بتا دیئے جو پوشیدہ در پوشیدہ چلے آتے تھے اور جن میں سے صوفیاء کوئی ایک آدھ، برسوں خدمتیں لینے کے بعد بتاتے تھے۔ آپ نے تو بھانڈا ہی پھوڑ دیا اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا کہ آپ بھی ایسا کرنے پر مجبور تھے کیونکہ آپ کو اپنی جماعت سے بہت محبت ہے اسی لئے ان کو یہ طریق بتا

دیئے ہیں۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ میں نے صرف اسی لئے وہ طریق نہیں بتائے تھے کہ مجھے اپنی جماعت سے محبت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مجھے محبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ اور کسی کو اپنے متعلقین سے بھی کیا ہوگی۔ مگر میں نے وہ طریق اس لئے بھی بتائے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ خدا جس نے مجھے وہ بتائے تھے ایسا خدا ہے کہ اس کا دیا ہُوا مال جس قدر زیادہ خرچ کیا جائے اسی قدر زیادہ بڑھتا اور بڑے بڑے انعامات کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے جس قدر طریق بتائے تھے ان کو بتا کر اپنا گھر خالی نہیں کیا بلکہ اور زیادہ بھر لیا تھا۔ پھر مجھے یقین تھا کہ ان کے بتانے سے مجھے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ کیونکہ علم کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو خرچ کرنے سے گھٹے۔ بلکہ ایسی چیز ہے کہ جو خرچ کرنے سے بڑھتی ہے لیکن اگر مجھے یہ بھی یقین ہوتا تو جس طرح صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ اگر ہماری گردن پر تلوار رکھ دی جائے اور ہمیں رسول کریم ﷺ کی کوئی ایسی بات یاد ہو جو کسی کے سامنے بیان نہ کی جا چکی ہو۔ تو پیشتر اس کے کہ تلوار ہماری گردن کو کاٹے وہ بیان کر دیں گے۔ (بخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل) اسی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ اگر بیان کرتے کرتے تمام طریق ختم ہو جاتے تو بھی میں ضرور سب کو بیان کر دیتا۔ چنانچہ اس وقت جس قدر ہو سکے میں نے بیان کئے۔ اور میرے دل میں یونہی خیال گذرا کہ دعا کے متعلق جس قدر طریق تھے میں نے سارے کے سارے بیان کر دیئے ہیں۔ لیکن جب میں نماز کے بعد گھر آیا اور دعا کرنے لگا تو خدا تعالیٰ نے اتنے طریق مجھے سمجھائے جو پہلے کبھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آئے تھے۔ اب بھی میں جس مضمون پر بولنا چاہتا ہوں اس کے متعلق جہاں تک مجھ سے ہو سکا۔ نوٹ لکھ کر لایا تھا۔ لیکن راستہ میں ہی آتے آتے خدا تعالیٰ نے اور بہت سی باتیں سوجھا دیں۔ تو میں نے دعا کے طریق بتائے تھے جو بہت ضروری تھے۔

## اس مضمون پر عمل کرنے سے دعا خود بخود مقبول ہوگی

لیکن اب جو کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں وہ طریقِ دعا سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اگر اس کو آپ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں اور اس پر عمل کریں تو آپ کی دعا خود بخود قبول ہو جائے گی۔

## گذشتہ سال اس مضمون کو بیان نہ کرسکنے میں حکمت

پچھلے سال اسی مضمون پر بیان کرنے کا میرا ارادہ تھا

لیکن ایک دوسرا مضمون جو شروع کیا کہ وہ بھی ضروری تھا تو یہ رہ گیا۔ اس میں خدا تعالیٰ کی حکمت ہی تھی اور وہ یہ کہ اب جو میں اس کے متعلق نوٹ لکھنے لگا۔ تو گذشتہ سال کے نوٹ ان کے مقابلہ میں ایسے معلوم ہونے لگے۔ جیسے استاد کے مقابلہ میں شاگرد کے لکھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ پہلے کی نسبت اب بہت زیادہ باتیں مجھے سمجھائی گئی ہیں۔ غرض آج میں اس مضمون پر جو ذکرِ الٰہی کے متعلق ہے۔ آپ لوگوں کو کچھ سنانا چاہتا ہوں۔ اور اس موقعہ پر اس لئے سنانا چاہتا ہوں کہ اکثر لوگ اخباریں تو پڑھتے نہیں۔ اس لئے کسی اور موقعہ پر بتائی ہوئی بات صرف انہی لوگوں تک پہنچتی ہے جو اخبار پڑھتے ہیں ۔ دعاؤں کے متعلق جو طریق میں نے بتائے تھے۔ چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن آپ لوگوں میں سے بہت سے ایسے بھی ہوں گے۔ جنہیں آج معلوم ہؤا ہو گا کہ دعا کے متعلق بھی میں نے کچھ بتایا تھا۔ تو ذکرِ الٰہی کے متعلق بیان کرنے کے لئے یہ موقعہ میں نے اس لئے چنا ہے کہ اس موقعہ پر بیان کرنے سے کئی ہزار انسان سن لے گا۔ اور ان کے ذریعہ بات آگے نکل جائے گی۔

## ذکرِ الٰہی کے مضمون کی تقسیم

اس مضمون میں جو باتیں میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں (۱) ذکرِ الٰہی یا ذِکْرُ اللہ سے کیا مراد ہے؟ ذکرِ الٰہی کی ضرورت کیا ہے؟ ذکرالٰہی کی قسمیں کتنی ہیں؟ ذکرِالٰہی میں کیا احتیاطیں برتنی ضروری ہیں؟ ذکرِ الٰہی کے سمجھنے میں لوگوں نے کیا غلطیاں کھائی ہیں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت ہماری توجہ قائم نہیں رہتی اور شیطان وسوسے ڈال دیتا ہے ان کے لئے شیطان کو بھگانے اور توجہ کو قائم رکھنے کے کیا طریق اور کیا ذرائع ہیں؟

یہ وہ حصے ہیں اس مضمون کے جن پر آج میں اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو کچھ بیان کروں گا۔ ان سرخیوں کو سن کر آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہو گا کہ یہ اس قسم کا مضمون نہیں ہے۔ جو کسی خاص قسم کے لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ ہر ایک انسان خواہ وہ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ' امیر ہو یا غریب' چھوٹا ہو یا بڑا' ہر ایک سے تعلق رکھتا ہے۔ پس آپ لوگ اگر مجھ سے کوئی ایسی بات سنیں۔ جو معمولی معلوم ہو تو اسے ترک نہ کریں۔ کیونکہ جب آپ اسے تجربہ میں لائیں گے تو آپ پر ثابت ہو جائے گا کہ وہ معمولی نہ تھی۔ بلکہ نہایت عظیم الشان نتائج پیدا کرنے والی تھی۔

## ذکرِ الٰہی کس کو کہتے ہیں

ذکر کے معنی ہیں یاد کرنے کے۔ ذِکْرُ اللہ کے یہ معنی ہوئے کہ خدا تعالیٰ کو یاد کرنا۔ پس اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کے طریق کو ذکر

ذکراللہ کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کو سامنے رکھنا اور ان کو زبان سے بار بار یاد کرنا اور ان کا دل سے اقرار کرنا اور اس کی طاقتوں اور قدرتوں کا معائنہ کرنا ذکر اللہ ہے۔

**مضمون کی اہمیت**

یہ مضمون کتنا اہم اور ضروری ہے۔ اس کے متعلق مختصر الفاظ میں یہ کہوں گا کہ بڑا ہی اہم ہے۔ شاید کوئی خیال کرے کہ چونکہ اس پر میں نے لیکچر دینا شروع کیا ہے اس لئے اس کو بڑا اہم کہتا ہوں۔ لیکن میں اس لئے نہیں کہتا۔ بلکہ اس لئے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اسے بڑا کہا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۔ (العنکبوت : ۴۶) کہ اللہ کا ذکر تمام امور سے بڑا اور تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ پس جب خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ ذکر اللہ سب سے بڑا ہے۔ تو یہ میرا قول نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہے کہ یہ مضمون سب سے بڑا اور اہم ہے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ اگر یہ مضمون سب سے بڑا اور اہم ہے تو اس کی طرف سب سے زیادہ توجہ کرنے کا حکم بھی چاہئے۔ اس کے لئے جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑی کثرت سے اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ لوگ اللہ کے ذکر کی طرف توجہ کریں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ (الدھر : ۲۶) اے میرے بندے! اپنے رب کو صبح اور شام یاد کیا کر۔ پھر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو۔ اس کو چاروں طرف سے ملائکہ گھیر لیتے اور خدا کی رحمت نازل کرتے ہیں۔ میں نے یہ مضمون اس لئے بھی سالانہ جلسہ پر بیان کرنے کے لئے رکھا کہ جب کئی ہزار لوگ دور دراز سے جمع ہوں گے تو ان سب کے سامنے بیان کروں گا تاکہ سب پر فرشتے رحمت اور برکت نازل کریں۔ پھر وہ لوگ جب اپنے گھروں کو جائیں گے تو یہ باتیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اور جو لوگ یہاں نہیں آئے ان کو سنا دیں گے۔ اور اس طرح ساری جماعت میں برکت پھیل جائے گی۔ پس میں نے اس غرض کے لئے بھی آج کا دن اس مضمون کے بیان کرنے کے لئے چنا۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو اس کے ارد گرد فرشتے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت اور برکت لا کر بیٹھنے والوں پر ڈالتے ہیں۔ پس جب ذکر الٰہی ایک ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ اس کے سننے کے لئے فرشتے بھی اکٹھے ہو جاتے ہیں اور سننے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کیسی اہم چیز ہے۔ اور پھر جو فرشتوں کا استاد ہو گا اس کی وہ کس قدر قدر

کریں گے۔ کیونکہ جو ذکر کرے گا اس کے پاس فرشتے جمع ہوں گے اور جتنا زیادہ کرے گا اتنے ہی زیادہ فرشتے آئیں گے اور اسے نیک کاموں کی تحریکیں کریں گے۔ فرشتوں کا آنا کوئی خیالی بات نہیں بلکہ یقینی ہے۔ میں نے خود فرشتوں کو دیکھا ہے اور ایک دفعہ تو بہت بے تکلفی سے باتیں بھی کی ہیں۔ تو ذکر کرنے والے کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ان کی دوستی اور تعلق ہو جاتا ہے۔ ؎ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۔ (المنافقون : ۱۰) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ۔ (الاحزاب : ۴۲) اے مؤمنو! تم کو مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے نہ روک دے۔ تم اللہ کا ذکر کرنے میں کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کرو اور کوئی کام تمہارا ایسا نہ ہو جس کو کرتے ہوئے اللہ کے ذکر کو چھوڑ دو۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح اور شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اور ابو موسیٰؓ اشعری کی روایت ہے مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللّٰہ) کہ اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ایسی ہی ہے جیسے زندہ اور مُردہ کی۔ یعنی وہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور جو نہیں کرتا وہ مُردہ۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ذکر اللہ کس قدر اہم اور ضروری ہے۔ پھر ترمذی میں روایت ہے ابی درداءؓ کہتے ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرَقِ وَ خَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَ یَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ ۔ (ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر) رسول کریم ﷺ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ـــــــ کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو سب سے بہتر اور سب سے پسندیدہ ہو اور سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور اس سے بہتر ہو کہ کوئی جہاد کے لئے جائے اور دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو جائے۔ صحابہؓ نے کہا فرمائیے آپ نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کا درجہ بہت بلند ہے۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ؐ کیا جہاد سے بھی اس کا درجہ بلند ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ وجہ

یہ کہ ذکر الٰہی جہاد کی ترغیب دیتا ہے۔

## ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ کی کمی کی وجہ

یہ ہے ذکر الٰہی کی اہمیت اور ضرورت۔ لیکن ذکر الٰہی کے بعض حصے ایسے ہیں کہ جن کی طرف ہماری جماعت کی توجہ نہیں اور اگر ہے تو بہت کم ہے۔ میری فطرت میں خدا تعالیٰ نے بچپن سے ہی سوچنے اور غور کرنے کا مادہ رکھا ہے۔ میں اسی وقت سے کہ میں نے ہوش سنبھالا ہے اس بات کو سوچتا رہا ہوں اور اب بھی اس کی فکر ہے کہ ہماری جماعت میں ذکر اللہ کی جو کمی ہے اسے دور کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا پر بہت بڑا زور دیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت دعا سے بہت کام لیتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے ذکر الٰہی پر بھی بہت زور دیا ہے۔ لیکن اس کی طرف جیسی کہ توجہ کرنی چاہئے اس وقت تک ایسی نہیں کی گئی۔ ایک بہت بڑی وجہ تو یہ ہے کہ انگریزی تعلیم نے کچھ خیالات بدل دیئے ہیں اور یوروپین تعلیم کے اثر سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یونہی خدا کا نام لینے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی الگ بیٹھ کر کہتا رہے کہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا خدا قدوس ہے' علیم ہے' خبیر ہے' قادر ہے' خالق ہے' تو اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کچھ نہیں اس لئے اس طرح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری جماعت کے لوگ بھی چونکہ انگریزی تعلیم سے شغل رکھتے ہیں اس لئے وہ بھی اس اثر کے نیچے آگئے ہیں۔ دوسرے ہماری جماعت میں وہ لوگ ہیں جو زمیندار طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ پہلے ہی نہ جانتے تھے کہ ذکر الٰہی کیا چیز ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے اس لئے جب تک ان سب کو اچھی طرح نہ بتلایا جائے اور عمدہ طریق سے نہ سمجھا دیا جائے اس وقت تک اس طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں ذکر اللہ کم ہے۔ نماز بھی ذکر اللہ ہی ہے۔ جس کی ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے پوری پوری پابندی کی جاتی ہے۔ مگر اس کے سوا اور بھی ذکر اللہ ہیں جن کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ ان کے متعلق گو میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ ہماری جماعت میں ہیں ہی نہیں لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ کم ہیں۔ اور بعض لوگ ان پر عمل نہیں کرتے اور یہ بھی بہت بڑا نقص ہے۔ دیکھو اگر کسی کی شکل خوبصورت ہو مگر اس کی آنکھ یا کان یا ناک خراب ہو تو کیا اسے خوبصورت کہا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اسے سب لوگ بدصورت ہی کہیں گے۔ اسی طرح اگر ہماری جماعت کے بعض لوگ ذکر اللہ کے بعض طریق کو عمل میں نہیں لاتے تو ان کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ ایک شخص نے بڑا قیمتی

لباس، کوٹ، قمیص، صدری اور پاجامہ پہنا ہو مگر پاؤں میں جوتا نہ رکھتا ہو یا سر پر پگڑی نہ ہو۔ گو اس کا تمام لباس اچھا ہو گا مگر ایک پگڑی یا جوتے کے نہ ہونے سے اس میں نقص ہو گا۔ اور اعلیٰ درجہ کے لوگ پسند نہیں کرتے کہ ان کی کسی بات میں نقص ہو۔ پس جب تمام طریقوں سے ذکر اللہ نہ کرنا ایک نقص ہے اور پھر جب ہم یہ بھی ثابت کر دیں گے کہ نماز کے علاوہ بعض دوسرے طریقوں سے ذکر اللہ کرنے کا بھی خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے چاہے ان کی حکمت کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور رسول کریم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے تو ضروری ہے کہ روحانیت کا کمال حاصل کرنے کے لئے ان طریقوں پر بھی عمل کیا جاوے۔ ہماری جماعت میں نوافل کے ادا کرنے کی طرف پوری توجہ نہ ہونے کی یہ بھی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے ذکر اللہ کے اس طریقِ ذکر کے فوائد کو سمجھا نہیں۔ وہ فرائض کو ادا کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے کام پورا کر لیا۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اور خود نہیں فرماتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ ....فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَ رِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔ (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نوافل سے میرا بندہ مجھ سے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے۔ اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے۔

اس سے آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے نوافل کا کتنا بڑا درجہ رکھا ہے اور نوافل پڑھنے والے کے لئے کتنا بڑا مقام قرار دیا ہے۔ گویا ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ انسان کو اس حد تک پہنچا دیتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی صفات اپنے اندر لے لیتا ہے۔ پس نوافل کوئی معمولی چیز نہیں ہیں۔ مگر افسوس کہ بہت لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان میں بہت کمزوری اور سستی ہے اس لئے وہ کم سے کم ریاضت کو عمل میں لانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ جو اپنے بندوں کی کمزوریوں سے واقف اور ان پر بہت بڑا رحم کرنے والا ہے اس نے کچھ تو فرائض مقرر کر دیئے ہیں اور کچھ نوافل۔ فرائض تو اس لئے کہ اگر کوئی شخص ان کو پورا کر لے گا تو اس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آکر اسلام کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا۔

خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ صِیَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهٗ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَ ذَکَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الزَّکٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَ هُوَ یَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ۔ (بخاری کتاب الایمان باب الزکوٰۃ من الاسلام) رسول کریم ﷺ نے اس کو فرمایا کہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے کہا کیا ان کے سوا اور بھی ہیں۔ رسول کریم نے فرمایا نہیں۔ لیکن اگر تو نفل کے طور پر پڑھے۔ پھر رسول کریم نے فرمایا۔ ماہ رمضان کے روزے۔ اس نے کہا۔ کیا ان کے سوا اور بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ مگر جو تُو نفل کے طور پر رکھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اسلام میں زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ اس نے کہا کیا اسکے سوا اور بھی ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ مگر جو تو نفل کے طور پر دے۔ یہ سن کر وہ شخص یہ کہتا ہؤا چلا گیا۔ کہ خدا کی قسم! میں نہ ان میں زیادتی کروں گا نہ کمی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ شخص کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو انسان فرائض کو پوری طرح ادا کرلے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ مگر محتاط اور دور اندیش انسان صرف فرائض کی ادائیگی پر ہی نہیں رہتا بلکہ وہ نوافل میں بھی قدم رکھتا ہے تاکہ اگر فرائض کے ادا کرنے میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ اس طرح پوری ہو جائے۔ مثلاً دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرنا فرض ہے۔ ایک ایسا شخص جو یہ نمازیں تو ادا کرتا ہے مگر نوافل نہیں پڑھتا ، ممکن ہے کہ اس کی ایک نماز ایسی ادا ہوئی ہو جو اس کی کسی غلطی کی وجہ سے ردی ہو گئی ہو اور قیامت کے دن اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک دفعہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے آکر نماز پڑھی۔ آپ نے اسے فرمایا پھر پڑھ اس نے پھر پڑھی۔ آپ نے فرمایا پھر پڑھ۔ اس نے پھر پڑھی تیسری دفعہ آپ نے فرمایا پھر پڑھ اس نے پھر پڑھی۔ جب آپ نے چوتھی دفعہ اسے پڑھنے کے لئے کہا۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس سے زیادہ مجھے نماز نہیں آتی آپ بتائیں کس طرح پڑھوں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے جلدی نماز پڑھی ہے اس لئے قبول نہیں ہوئی آہستہ پڑھو۔ (بخاری کتاب صفۃ الصلوٰۃ باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم)

تو بعض اوقات ایسے نقص ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے نماز قبول نہیں ہوتی۔ لیکن وہ

شخص جو فرض نماز کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا ہے اس کی اگر کوئی نماز قبول نہ ہو تو نوافل اس کو کام دے سکیں گے اور اس کمی کو پورا کر دیں گے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی شخص ایسا امتحان دینے کے لئے جائے جس میں پاس ہونے کے لئے صرف پچاس نمبر حاصل کرنے کی شرط ہو اور وہ جاکر اتنے سوال حل کر آئے۔ جن کے پچاس ہی نمبر ہوں اور یقین کرلے کہ میں پاس ہو جاؤں گا۔ یہ اس کی غلطی ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی سوال غلط نکل آئے اور اسے پورے پچاس نمبر حاصل نہ ہو سکیں اور وہ فیل ہو جائے۔ اسی لئے جو ہوشیار اور سمجھدار طالب علم ہوتے ہیں وہ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں جو سوال آتے ہوں وہ بھی اور جو نہ آتے ہوں وہ بھی سارے کے سارے حل کر آتے ہیں کہ شاید سب کے نمبر مل ملا کر پاس ہو سکیں۔ پھر اگر کوئی سفر میں چلے اور اندازہ کرلے کہ مجھے اس قدر خرچ درکار ہوگا اور اسی قدر اپنے ساتھ لے لے تو بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کا اندازہ غلط نکلتا ہے اور اسے سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لئے ہوشیار اور عقلمند لوگ اندازہ سے کچھ زیادہ لے کر چلتے ہیں تا کہ اتفاقی اخراجات کے وقت تکلیف نہ ہو۔ تو نوافل اتفاقی اخراجات کی طرح ہوتے ہیں اور نہایت ضروری ہیں اس لئے ان کو ادا کرنے کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئے۔

دوسری وجہ ہماری جماعت کے لوگوں کی ذکر الٰہی کی طرف پوری توجہ نہ کرنے کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان نام کے صوفیاء کے رد میں جو اس زمانہ میں پیدا ہو گئے اور جنہوں نے مختلف قسم کی بدعات پھیلا رکھی ہیں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ان کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تمہارے طوطے کی طرح وظائف پڑھنے کا کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ تم مصلّوں پر بیٹھے کیا کر رہے ہو جبکہ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں تم کیوں اٹھ کر جواب نہیں دیتے۔ اس طریق سے حضرت مسیح موعودؑ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے اور واقعہ میں یہ لوگ مذمت کے ہی قابل تھے۔ لیکن بعض لوگوں نے اس سے یہ غلطی کھائی ہے کہ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ شاید بیٹھ کر خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا ہی لغو ہے۔ حالانکہ اس طرح ذکر کرنا لغو نہیں ہے بلکہ اس کی تو غرض یہ ہے کہ خدا کی تقدیس اور تحمید ہو مگر وہ لوگ چونکہ صرف گھروں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اور باہر نکل کر جہاں کہ خدا تعالیٰ کی مذمت ہو رہی تھی کچھ نہیں کرتے تھے اس لئے ان کو حضرت مسیح موعودؑ نے ڈانٹا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ واقعہ میں خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو اس کی تقدیس اور تحمید بیان کرتے ہو تو جس طرح گھروں میں بیٹھ کر اس کی پاکی

بیان کرتے اور اس کی حمد کرتے ہو اسی طرح گھروں سے باہر نکل کر بھی کرو۔ چونکہ انہوں نے سستی اور کاہلی کی وجہ سے باہر نکل کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیا تھا اس لئے ان کو ڈانٹا گیا ہے کہ یہ تو منافقت ہے۔ کیونکہ اگر تمہارے دلوں میں خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور عشق ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ جب مخالفین خدا تعالیٰ پر حملہ کرتے ہیں اس وقت تم باہر نکل کر ان کا دفعیہ نہیں کرتے۔ اور کیا وجہ ہے کہ جس طرح تم لوگ گوشوں اور کونوں میں خدا تعالیٰ کو پاک بیان کرتے ہو اسی طرح پبلک سٹیجوں پر نہیں کرتے۔

## موجودہ صوفیاء کا ذکر الٰہی

پھر ان کو ڈانٹنے کا یہ بھی باعث ہؤا کہ ہر کہ گیرد علتے علت شود کے مطابق ذکر اللہ کو ان صوفیاء اور گدی نشینوں نے ایسے رنگ میں استعمال کیا کہ بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیا۔ اور اسلام نے جس رنگ میں پیش کیا تھا اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہنے دیا۔ چنانچہ اب ذکر اللہ کیا ہے یہ کہ دل سے آواز نکال کر سُر تک لے جائی جائے اور اس زور سے چیخا جائے کہ سارے محلہ پر آرام حرام کر دیا جائے اور ارد گرد کے سب لوگوں کی عبادت خراب کر دی جائے۔ اس کو وہ قلب پر ضرب لگانا کہتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک دل ایک ایسی چیز ہے کہ جس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو زور سے گھسیڑا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض نے یہ طریق نکال رکھا ہے کہ شعر سنتے اور قوالیاں کراتے اور کنچنیاں نچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکر الٰہی کی مجلس گرم ہو رہی ہے۔ پھر دل بہلاتے ہیں کہ اس میں سے اللہ اللہ کی آواز آئے۔ غرض عجیب عجیب باتیں ایجاد کر لی گئی ہیں۔ کہیں دل بہلائے جاتے ہیں کہیں قلب پر چوٹ لگائی جاتی ہے کہیں روح سے آواز نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ سب نام انہوں نے اپنے آپ ہی رکھ لئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم قلب سے ذکر بلند کرتے ہیں اور وہ عرش پر سجدہ کر کے واپس آتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم جسم کے ہر عضو سے اللہ اللہ کی آواز نکالتے ہیں۔ یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی بدعات انہوں نے ایجاد کر لی ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے اور ناچتے ہیں۔ بعض یوں ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص کچھ اشعار وغیرہ پڑھتا ہے اور دوسرے ناچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وجد آگیا اور غشی طاری ہو گئی۔ پھر مجلس میں بیٹھے بیٹھے یک لخت بہت اونچی آواز سے اللہ اللہ کہہ کر کود پڑتے ہیں۔ تو اس قسم کے عجیب عجیب ذکر نکالے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کو مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذکر الٰہی کوئی بری چیز ہے ہاں یہ کہنا چاہئے کہ یہ بدعتیں

جو ان لوگوں نے پیدا کرلی ہیں یہ بری ہیں۔ مگر ان لوگوں کو کچھ پرواہ نہیں ہے حالانکہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَکُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ (نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین کیف الخطبۃ للعیدین) ہر ایک نئی بات جو دین میں پیدا کی جائے وہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے بنائے ہوئے ذکر خدا تعالیٰ کے قریب لے جانے والے نہیں بلکہ بہت دور کر دینے والے ہیں۔ چنانچہ جب سے اس قسم کے ذکر نکلے ہیں اسی وقت سے مسلمان خدا تعالیٰ سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ چونکہ یہ سب باتیں بدعت ہیں اور جب خدا تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں کے خلاف کیا جائے گا تو ضرور ہے کہ اس سے روحانیت کمزور ہو اس لئے مسلمانوں میں سے روحانیت مٹ رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان بدعتوں میں ایک خاص بات ہے جس کی وجہ سے بظاہر لذت اور سرور محسوس ہوتا ہے۔ مگر چونکہ وہ ساری لذت اور سرور بناوٹی ہوتا ہے اس لئے حقیقی لذت سے غافل ہو کر بناوٹی کے پیچھے لگ جاتا ہے تو ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص کے پیٹ میں درد ہو۔ لیکن وہ بجائے اس کے کہ اس کا علاج کرے افیم کھا کر سو رہے۔ اس کا عارضی نتیجہ تو یہ ہوگا کہ بے ہوش ہو جانے کی وجہ سے اسے آرام محسوس ہوگا مگر دراصل وہ ہلاک ہو رہا ہوگا اور ایک وقت آئے گا جبکہ وہی درد اس کو ہلاک کر دے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ آج کل جس کا نام لوگوں نے ذکر رکھا ہوا ہے وہ ایک علم ہے جسے علم الترب کہتے ہیں اور انگریزی میں مسمریزم۔ اور ایک دوسرا علم ہے جس کا نام ہپناٹزم ہے جو فرانس کے ایک ڈاکٹر نے ایجاد کیا ہے۔ اس کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ خیال سے تعلق رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ نے خیال میں ایک ایسی طاقت رکھی ہے کہ جب خاص طور پر اسے ایک طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو اس میں ایک خاص اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ قلب میں لذت اور سرور بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ لذت ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ افیم، کوکین، یا بھنگ پی کر حاصل ہوتی ہے حالانکہ دراصل وہ لذت نہیں ہوتی بلکہ صحت کو خراب کر دینے والی بیہوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح جب اجتماع خیال سے اعصاب پر اثر ڈالا جاتا ہے تو ایک قسم کی غنودگی طاری ہو جاتی ہے جس سے لذت محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ اللہ کہنے کی لذت ہے حالانکہ اس وقت اگر وہ رام رام بھی کہیں تو بھی ویسی ہی لذت محسوس ہو۔ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کشتی میں بیٹھے کہیں جا رہے تھے انہوں نے ذکر کرنا شروع

کیا اور اس زور سے کیا کہ دوسرے لوگ جو ہندو تھے وہ بھی اللہ اللہ کرنے لگ گئے۔ لیکن وہیں ایک ہندو سادھو بیٹھا تھا۔ اس کی زبان پر اللہ اللہ جاری نہ ہؤا۔ وہ اس پر اپنی خاص توجہ ڈالنے لگے۔ مگر ڈال ہی رہے تھے کہ ان کے منہ سے بے اختیار رام رام نکلنا شروع ہو گیا۔ کیونکہ اس سادھو نے ان پر رام رام جاری کرنے کی توجہ کرنی شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر وہ سخت حیران ہوئے اور اسی دن سے اس طرح ذکر کرنے سے توبہ کی کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ ایک علم ہے نہ کہ ذکر کا اثر۔ کیونکہ اگر اللہ کہنے کا ہی یہ اثر ہوتا کہ دوسروں کی زبان سے بھی بے اختیار جاری ہو جاتا تو پھر رام رام کیوں جاری ہوتا۔ تو ان لوگوں کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے کہ کوئی شخص جنگل میں جا رہا ہو اور سخت بھوکا ہو کہ اسے ایک تھیلی مل جائے جس میں دانے سمجھ کر خوش ہو رہا ہو لیکن دراصل اس میں ٹھیکریاں پڑی ہوں۔ یہی حالت اس انسان کی ہوتی ہے جو اس قسم کے طریقوں پر چلتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہا ہوں۔ حالانکہ اصل میں ایک نشہ ہوتا ہے۔ جس میں وہ مخمور ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں خاص مقام پر پہنچ گیا ہوں لیکن اس کا قلب ویسے کا ویسا ہی گندہ اور ناپاک ہوتا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ تو یہ افیم وغیرہ کی طرح ایک نشہ ہوتا ہے ہماری جماعت کے ایک مخلص شخص ہمیشہ مجھے کہا کرتے تھے کہ اس طرح کرنے سے بڑا مزا آتا ہے میں ان کو بھی کہتا کہ جس طرح افیم اور کوکین سے مزا آتا ہے۔ اسی طرح اس سے بھی آتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایسے ذکروں سے روحانی صفائی نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارا ذکر عرش تک پہنچتا ہے ان میں بھی روحانی صفائی نہیں ہوتی۔ اس پر انہوں نے سنایا کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ ایک شخص تھا جو کہتا تھا کہ میں نے سب درجے طے کر لئے ہیں مگر باوجود اس کے لوگوں سے غلہ اور دانے مانگتا پھرتا تھا۔ میں اس کی نسبت خیال کرتا تھا کہ جب یہ اس مقام پر پہنچا ہؤا ہے تو پھر کیوں لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا پھرتا ہے۔

**لالچی پیر کا قصہ**

حضرت مسیح موعودؑ ایک شخص کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو خاص درجہ تک پہنچا ہؤا سمجھتا تھا۔ مگر ایک دفعہ ایک مرید کے ہاں گیا اور جا کر کہا۔ لاؤ میرا ٹیکس (یعنی نذرانہ)۔ قحط کا موسم تھا۔ مرید نے کہا کچھ ہے نہیں۔ معاف کیجئے۔ پیر صاحب بہت دیر تک لڑتے جھگڑتے رہے اور آخر کوئی چیز بکوائی اور روپیہ لے کر جان چھوڑی۔ تو اس قسم کی کمزوریاں اور گند ان لوگوں میں دیکھے جاتے ہیں جو بڑے بڑے دعوے

کرتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی آواز اور خیالات میں بھی ایک قسم کا اثر رکھا ہُوا ہے۔ مثلاً اگر انسان ہر وقت کسی بات کے متعلق سوچتا رہے کہ یوں ہو گیا تو اس کے خیال میں اسی قسم کا نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص یہ خیال کر لیتا ہے کہ میرے دل سے اللہ اللہ نکل رہا ہے تو بیٹھے بیٹھے وہ اس قسم کی آواز سننا شروع کر دیتا ہے کہ گویا اس کا دل ہی بول رہا ہے۔ حالانکہ اگر درحقیقت اس کا دل ہی بولتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ پاک نہیں ہو جاتا۔ پھر ہندوؤں میں سلمانوں کی نسبت بھی بہت زیادہ لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو نہ صرف اپنا ہی دل بلاتے ہیں بلکہ دوسروں کے دلوں کو بھی بلا لیتے ہیں۔

میرا ارادہ ہے کہ اس کے متعلق میں ایک کتاب لکھوں اور بتاؤں کہ نبیوں اور شعبدہ بازوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔ یہ ایک معمولی علم ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی اصلاح سے غافل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ تک پہنچ گیا ہوں حالانکہ وہ نہیں پہنچا ہوتا۔ اگر کوئی شخص کسی مقام پر پہنچنا چاہے اور کسی اور ہی جگہ پہنچ کر سمجھ لے کہ جہاں مجھے جانا تھا وہاں پہنچ گیا ہوں تو وہیں بیٹھ جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سخت نقصان اٹھائے گا۔ اسی طرح اس قسم کے عمل کرنے والے بھی غلطی سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم اصل مقام پر پہنچ گئے ہیں حالانکہ اس سے کوسوں دور ہوتے ہیں اور ایک افیمی کی طرح نشہ میں پڑے ہوتے ہیں۔

پس اس قسم کے ذکر و اذکار لغو تھے جن سے حضرت مسیح موعودؑ نے روکا۔ اور ان کے کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔ کیونکہ جب ہندو اور عیسائی بھی یہی بات کر سکتے ہیں تو یہ ذکر اللہ کس طرح کہلا سکتے ہیں۔

باقی رہا اونچی آواز سے ذکر کرنا یا راگ وغیرہ سننا۔ سو میں نے بتایا ہے کہ انسان کے اعصاب میں ایک خاص طاقت رکھی گئی ہے۔ اثر قبول کرنے اور اثر پہنچانے کی اور اعصاب پر اثر جن دروازوں سے ہوتا ہے ان میں سے ایک کان بھی ہے جو اچھی آواز سے متأثر ہوتے ہیں۔ انسان تو انسان حیوان بھی اچھی آواز سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ مثلاً سانپ کے سامنے بین بجائی جائے تو وہ لوٹنے لگتا ہے۔ لیکن کیا اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس پر روحانیت کا کوئی خاص اثر ہُوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اگر گانا سننے سے کوئی ناچنے لگتا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا

کہ اس کی روحانیت پر اثر ہؤا ہے۔ بلکہ یہ کہ اس کے احساسات نے ایک ایسا اثر قبول کیا ہے جس کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس اگر کوئی شخص گانے وغیرہ کو روحانیت پر اثر ڈالنے والا سمجھتا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے اور نادانی ہے۔ کیونکہ جس طرح ایک سانپ بین پر مست ہوتا ہے اسی طرح گانے اور بجانے پر آج کل کے صوفی ناچتے ہیں۔ پھر یہ ایک بدعت ہے کہ اونچی اور بلند آواز سے کوئی ذکر کیا جائے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ جا رہے تھے کہ چلتے چلتے صحابہؓ نے زور سے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اس پر آپ نے فرمایا۔ اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَ لَا غَائِبًا اِنَّہٗ مَعَکُمْ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ (بخاری کتاب الجہاد باب مایکرہ من رفع الصوت فی التکبیر) ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو فرمایا تم لوگ اپنے نفوس پر رحم کرو۔ آہستہ آہستہ کیوں نہیں کہتے جس کو تم پکارتے ہو وہ نہ بہرہ ہے اور نہ غائب بلکہ وہ خوب سنتا اور تمہارے قریب اور تمہارے ساتھ ہے۔

لیکن آج کل کے صوفیاء کو دیکھو جہاں ان کی مجلس ذکر ہو وہ محلہ گونج اٹھتا ہے۔ اور اس کو وہ بڑا نیکی کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت کے خلاف ہو رہا ہوتا ہے پھر اشعار و مزامیر' ذکر پر رقص و سرور' چیخ مارنا' اونچی آواز سے ذکر کرنا' گرنا' سرہلانا' وغیرہ میں سے کوئی بات بھی رسول کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ بھی اشعار سنتے تھے مگر یہ کہیں سے ثابت نہیں ہؤا کہ آپ ﷺ اشعار ذکر الٰہی کے طور پر سنا کرتے تھے۔ آپؐ کا شعر سننا اس طرح ہوتا تھا کہ حسانؓ آئے اور آکر عرض کی یا رسول اللہ فلاں کافر نے آپ کے خلاف شعر کہے ہیں اور میں نے ان کا جواب لکھا ہے۔ اسے آپؐ سن لیتے یا یہ کہ ایک شخص کے قتل کا آپؐ نے حکم دیا ہؤا تھا اس نے اجازت لے کر ایسے شعر پڑھے جن میں اپنی جان بخشی کی اس طرح درخواست کر دی کہ جب میں آپؐ کے پاس آنے لگا تو لوگوں نے مجھے کہا کہ رسول اللہ نے تیرے قتل کرنے کا حکم دیا ہؤا ہے۔ اور وہ تجھے قتل کروادیں گے۔ لیکن میں نے اس پر اعتبار نہ کیا اور سمجھا کہ جب ان کے پاس جا رہا ہوں اور جا کر معافی مانگ لوں گا تو کیا پھر بھی قتل کیا جاؤں گا۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے اس پر اپنی چادر ڈال دی کہ کوئی اسے قتل نہ کر سکے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف نہیں تھا کہ میں نے اس طرح معافی مانگی ہے بلکہ یہ خوف تھا کہ میں اس کفر کی حالت میں ہی نہ قتل کر دیا جاؤں کیونکہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ دین اسلام سچا مذہب ہے۔ تو رسول کریمؐ اس قسم کے شعر سنتے تھے۔

لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا کہ آپ ؐ کے سامنے قوالیاں پڑھی جاتیں یا ناچا جاتا تھا یا محبتِ الٰہی کے شعر پڑھے جاتے اور اس پر صحابہ ؓ رقص کرتے تھے۔ اور ان پر بیہوشی طاری ہوتی تھی۔ پس آج کل جو کچھ کیا جاتا ہے یہ سب بدعت ہے جو عام طور پر پھیل گئی ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ اس طرح شعر سنتے تھے کہ کفار سے جنگ ہو رہی ہے ایک صحابیؓ جوش دلانے کے لئے کہتا ہے کہ آج یا تو ہم فتح پائیں گے یا جان دے دیں گے مگر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ پس یہ دلیل کہ چونکہ رسول کریم ؐ شعر سنتے تھے اس لئے ہم بھی سنتے ہیں بالکل غلط اور بیہودہ ہے۔ پھر شعر سن کر جس قدر حرکتیں کی جاتی ہیں وہ سب کی سب خلافِ شرع ہیں۔ اسلام میں ان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔

## ذکر الٰہی کرتے وقت کی پانچ حالتیں قرآن کریم سے

برخلاف ان کے قرآن کریم سے جو ذکر الٰہی کرنے کی حالت معلوم ہوتی ہے اس میں یہ کہیں نہیں کہ ذکر الٰہی کرتے ہوئے غشی آجاتی ہے اور بیہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ یا سننے والے سر مارنا اور اچھلنا شروع کر دیتے ہیں۔ بلکہ ذکر الٰہی کے متعلق خدا تعالیٰ پھر فرماتا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (الانفال:۳) پھر فرماتا ہے۔ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ؕ (الزمر : ۲۴) پھر فرماتا ہے اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا (مریم : ۵۹) ذکر الٰہی کرنے والوں کی یہ حالتیں ہوتی ہیں۔ (۱) مؤمن جب ذِکر اللہ کرتے ہیں تو ان کے دل ڈر جاتے اور ان میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا رب بڑی شان والا اور شوکت والا ہے۔ (۲) اقشعرار ہو جاتا ہے۔ یعنی خوف سے ان کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (۳) کہ ان کے بدن ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور دل نرم ہو جاتے ہیں۔ (۴) وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ یعنی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (۵) رونے لگ جاتے ہیں۔ یہ پانچ حالتیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے بتائی ہیں۔ اگر ناچنا کودنا بیہوش ہونا اور زور زور سے چیخنا بھی ہوتا تو خدا تعالیٰ ان کو بھی بیان کرتا اور فرما دیتا کہ مؤمن وہ ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو اپنے کپڑے پھاڑ کر پرے پھینک دیتے ہیں۔ اور کودنے شور مچانے لگ جاتے ہیں۔ یا الٹے لٹک کر سر ہلانا اور حال کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تو ان میں سے کوئی ایک بات بھی بیان نہیں فرمائی۔ اس سے معلوم ہُوا کہ ان کا ذکر الٰہی سے کوئی

تعلق ہی نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ کا کلام بھی کیسا پُر حکمت ہے کہ اس نے اس قسم کی سب حرکات کا اپنے کلام میں پہلے سے ہی رد کر دیا ہوا ہے۔ کوئی کہہ سکتا تھا کہ اگر یہ حالتیں قرآن کریم نے نہیں بیان کیں تو نہ سہی جو بیان کی ہیں یہ ان کے علاوہ ہیں۔ اول تو یہ کہنا ہی نادانی ہے۔ لیکن جب ہم قرآن کریم کی ان آیات کو دیکھتے ہیں جن میں ذکر الٰہی کے وقت کی حالت بتائی گئی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان میں ایسے الفاظ رکھ دیئے ہوئے ہیں جو ان تمام باتوں کا رد کر دیتے ہیں۔ جن کو آج کل جائز اور روا قرار دیا جاتا ہے۔ دیکھئے ان آیات میں وَجِلَتْ۔ اِقْشَعَرَّتْ۔ تَلِيْنُ۔ جُلُوْدُ۔ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور لغت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وجل کے ایک معنی نرمی اور گھسنے کے ہیں اور یہ سکون کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر آج کل کے صوفی حرکت شروع کر دیتے ہیں جو اس کے خلاف ہے۔ پھر اِقْشَعَرَّتْ بالوں کے اچانک خوف سے کھڑے ہو جانے کو کہتے ہیں یہ بھی سکون چاہتا ہے۔ کیونکہ اچانک خوف سے انسان کھڑے کا کھڑا رہ جاتا ہے نہ کہ حرکت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے تَلِيْنُ جُلُوْدُ بھی سکون پر دلالت کرتا ہے۔ حرکت کے لئے عربی میں طرب کا لفظ ہے جو کہ خوشی کے مارے اچھلنے کودنے کو کہتے ہیں اور قرآن کریم میں ذکر الٰہی کے موقعہ پر یہ لفظ کہیں نہیں آیا۔ اور لغت والے لکھتے ہیں کہ طرب خشوع و خضوع کے خلاف ہے۔ ادھر قرآن کریم بتاتا ہے کہ ذِكْرُ اللّٰهِ کرنے کا نتیجہ خشوع و خضوع ہے۔ پس معلوم ہُوا کہ ایسے موقع پر طرب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ طرب خشوع و خضوع کی ضد میں واقعہ ہُوا ہے۔ اس لئے ناچنا کودنا اور اچھلنا جو طرب ہے ہرگز ذکر اللہ کے نتیجہ میں نہیں پیدا ہو سکتا بلکہ اس کے نتیجہ میں تو خشوع، رونا اور عبادت کرنا اور ڈرنا ہوتا ہے اور یہی ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ اسلام عقل اور ہوش کو قائم کرنے والا اور سیدھی راہ پر چلانے والا ہے نہ کہ بیہوش اور نادان بنانے والا۔ مگر کودنا اچھلنا اور شور مچانا بے ہوشی اور کم عقلی کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے یہ اسلام کی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح غشی کا طاری ہونا بھی کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے یہ تو جائز رکھا ہے کہ اگر کسی کا کوئی عزیز مرجائے تو اس پر روئے۔ مگر یہ جائز نہیں رکھا کہ وہ چیخ و پکار کرے اور غش پر غش کھاتا چلا جائے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ایک عورت کو جو اپنے بچے کی قبر پر اسی طرح کی بے صبری کی حرکات کرتی تھی فرمایا صبر کرو۔ اس نے کہا اگر تیرا بچہ مرتا تو تجھے پتہ لگتا کہ کس طرح صبر کیا جاتا ہے۔[۵]

۵ ابو داؤد کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمة

یہ اس نے اپنی نادانی سے کہا۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کے کئی بچے فوت ہو چکے تھے۔ تو شور و غشی نتیجہ ہوتی ہے بے صبری اور ناامیدی کا یا ضعف قلب کا۔ اگر ضعف قلب کی وجہ سے ہو تو بھی کوئی اچھی بات نہیں۔ حضرت جنیدؒ کے زمانہ کے ایک بزرگ کی نسبت لکھا ہے کہ ذکر الٰہی سن کر ان پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ شاگردوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ اب میں چونکہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں اس لئے اس طرح ہوتا ہے۔ دیکھو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اب میں چونکہ اعلیٰ مقام اور اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا ہوں۔ اس لئے غش کھا جاتا ہوں بلکہ اس کو بڑھاپا یعنی کمزوری کی وجہ سے بتایا ہے۔ پھر اگر غشی مایوسی اور ناامیدی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تو اس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ۔ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف : ۸۸) پس جو شخص غش کھاتا اور بے ہوش ہوتا ہے وہ اگر ناامیدی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو کافر بنتا ہے اور اگر ضعف قلب کی وجہ سے غش کھاتا ہے تو بیمار ہے۔ اس کی نقل کرنا کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے۔

صحابہؓ کے وقت بھی یہ بات پیش ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسماءؓ سے غشی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے لڑکے نے اپنی دادی کے پاس بیان کیا کہ میں ایک ایسی جگہ گیا تھا جہاں کچھ لوگ قرآن پڑھتے اور غش کھا کھا جاتے تھے۔ یہ سن کر ان کی پھوپھی اسماءؓ نے جو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اور صحابیہ تھیں کہا اگر تم نے ایسا دیکھا تو وہ شیطانی کام ہے۔

ابن سیرینؒ خواب نامہ والے جو کہ ابو ہریرہؓ کے داماد تھے ان کے متعلق روایت ہے کہ ان کو کسی نے کہا فلاں آدمی اگر قرآن کریم کی کوئی آیت سنتا ہے تو بیہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ انہوں نے کہا میں تب اس بات کو سچا سمجھوں کہ اسے ایک اونچی دیوار پر بٹھا دو اور ایک آیت نہیں بلکہ سارا قرآن سناؤ اور پھر وہ گر پڑے۔

آج کل بھی جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حال کھیلتے اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں ان کو دیکھا گیا ہے کہ وہ مجلس میں جب حال کھیلتے ہیں تو اس جگہ گرتے ہیں جہاں دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں تاکہ چوٹ نہ لگے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ وہ کوٹھے سے نیچے گر جائیں۔ یا اور کسی ایسی جگہ گریں جہاں سخت چوٹ لگ سکے سوائے اس کے کہ کبھی غلطی سے ایسا ہو جاوے۔

**یہ سب باتیں ممنوع ہیں**

غرض یہ سب قسمیں ممنوع اور ناجائز ہیں۔ اور ان کو جس قدر بھی برا کہا جائے درست ہے کیونکہ یہ روحانیت تباہ کرنے اور انسانوں کو بندر اور ریچھ بنانے والی باتیں ہیں۔ اسلام تو انسان کو فرشتے بنانے آیا تھا لیکن اس طرح انسان بندر بن جاتے ہیں۔ پس یہ باتیں لغو اور فضول ہیں اور ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

**حقیقی ذکر اللہ چار ہیں**

اور جو واقعہ میں ذکر اللہ ہیں اور جن کا قرآن کریم میں بڑے زور سے حکم دیا گیا ہے وہ ذکر اور ہیں۔ اور وہ چار طرح کے ہیں۔ ان کا چھوڑنا بہت بڑے ثواب سے محروم رہنا ہے اس لئے ان کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہئے۔ ان میں سے پہلا ذکر نماز ہے (۲) قرآن کریم کا پڑھنا (۳) اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان تکرار سے اور ان کا اقرار کرنا اور ان کی تفصیل اپنی زبان سے بیان کرنا (۴) جس طرح خدا تعالیٰ کی صفات کو علیحدہ اور گوشے میں بیان کرنا اسی طرح لوگوں میں بھی ان کا اظہار کرنا۔

یہ وہ چار ذکر ہیں۔ جو قرآن کریم سے ثابت ہیں اور جن کا کرنا روحانیت کے لئے نہایت ضروری بلکہ لازمی ہے۔

اب میں اس بات کا ثبوت دیتا ہوں کہ ان اذکار کو قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ نماز کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ : ۱۵) اے انسان میں ہی تیرا خدا ہوں اور میرے سوا تیرا کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی عبادت کر اور میرے ہی ذکر کے لئے نماز کو قائم کر۔

اس آیت سے معلوم ہؤا کہ جہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے مؤمنو! میرا ذکر کرو تو اس کے ایک معنی یہ ہوئے کہ اے مؤمنو! نماز پڑھو۔ پھر فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۔ (البقرہ : ۲۴۰) نماز پڑھنے کی تاکید کرنے کے بعد کہتا ہے کہ اگر تمہیں دشمنوں سے کسی قسم کا خوف ہے تو خواہ پیادہ ہو یا گھوڑے پر سوار ہو اسی حالت میں نماز پڑھ لو۔ اور جب تم امن میں ہو جاؤ تو خدا تعالیٰ کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح اس نے سکھایا ہے اور جسے تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ اس آیت میں نماز کا نام ذکر اللہ رکھا ہے۔ اس کے متعلق اور بھی آیتیں ہیں۔ مگر اس وقت میں انہیں پر بس کرتا ہوں۔ دوسرا ذکر قرآن کریم ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (الحجر : ۱۰) کہ ہم نے ہی ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس

کے محافظ ہیں۔ قرآن کریم کے نازل کرنے کو ذکر کا نازل کرنا قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ جہاں خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ تو اس کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ قرآن پڑھا کرو۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ ھٰذَا ذِکْرٌ مُّبَارَکٌ اَنْزَلْنٰہُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَہٗ مُنْکِرُوْنَ۔ (الانبیاء : ۵۱) اس آیت میں بھی قرآن کریم کو پیش کر کے فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے یہ ذکر نازل کیا ہے کیا پھر بھی تم اس کا انکار کرتے ہو۔

تیسرا ذکر صفات الٰہیہ کا بیان ان کا تکرار اور ان کا اقرار ہے۔ اب میں اس کا ثبوت قرآن کریم سے دیتا ہوں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز میں جو صفات الٰہیہ بیان کی جاتی ہیں وہی کافی ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے نماز کے علاوہ بھی ذکر الٰہی ہوتا ہے اور اس کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ (النساء : ۱۰۴) کہ جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے ہونے کی حالت میں بھی بیٹھنے کی حالت میں بھی۔ اور لیٹے ہونے کی حالت میں بھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر نماز کے علاوہ ہے کیونکہ نماز میں ہی اگر صفات اللہ کا بیان کرنا کافی ہوتا تو پھر خدا تعالیٰ یہ کیوں فرماتا فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ کہ جب تم نماز پڑھ چکو۔ تو پھر اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، لیٹ کر۔ پھر فرماتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ (النور : ۳۸) اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ہیں کہ ان کو خرید و فروخت اللہ کے ذکر کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہیں روکتی کیونکہ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جبکہ آنکھیں اور دل منقلب ہو جائیں گے۔ یہاں نماز کے علاوہ ایک ذکر اللہ بیان فرمایا ہے۔

چوتھا ذکر یہ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو علی الاعلان لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے۔ اس کا ثبوت یہ ہے یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ ○ وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ○ وَ الرُّجْزَ فَاھْجُرْ ○ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ ○ وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ ○ (المدثر ۲-۸) ان آیات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ کھڑا ہو جا اور تمام لوگوں کو ڈرا دے۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی بڑائی لوگوں کے سامنے بیان کرنا

چاہئے- یہ تو ہوئے وہ ذکر جن کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے-

ذکر کی دو اور قسمیں

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ان کے کرنے کے طریق کیا ہیں- اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ ان ذکروں کی دو قسمیں ہیں- ایک فرائض دوسرے نوافل- یہاں فرائض کے متعلق کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا کے فضل سے ہماری جماعت کے لوگ فرائض کو تو ادا کرتے ہیں- باقی رہے نوافل ان کے متعلق کچھ بتانے کی ضرورت ہے- لیکن چونکہ یہ مضمون لمبا ہے سرِدست میں اسکو چھوڑتا ہوں اور یہ بتاتا ہوں کہ قرآن کس طرح پڑھنا چاہئے- اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ انسان روزانہ پڑھنے کے لئے قرآن کریم کا ایک حصہ مقرر کرلے کہ اتنا ہر روز پڑھا کروں گا- یہ نہیں ہونا چاہئے کہ کبھی قرآن کریم اٹھایا اور کسی قدر پڑھ لیا- بلکہ باقاعدگی اور مقرر اندازہ سے پڑھنا چاہئے- بے قاعدہ پڑھنے سے یعنی کبھی پڑھا اور کبھی نہ پڑھا کچھ فائدہ نہیں ہوتا- پس قرآن کریم کے متعلق چاہئے کہ اس کا ایک حصہ مقرر کرلیا جائے اور اس کو ہر روز پورا کیا جائے وہ حصہ خواہ ایک پارہ ہو یا آدھا یا دو یا تین یا چار پارے ہوں- اس کو روزانہ پڑھا جائے اور اس کے پورا کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے- رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ عبادت پسند ہے کہ جس پر انسان دوام اختیار کرے اور جس میں ناغہ نہ ہونے دے*- کیونکہ ناغہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے شوق نہیں ہے اور شوق اور دلی محبت کے بغیر قلب کی صفائی نہیں ہوتی-

میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی کسی تصنیف میں مشغول ہونے یا کسی اور وجہ سے قرآن کریم نہ پڑھا جائے تو دل تکلیف محسوس کرتا اور دوسری عبادتوں میں بھی اس کا اثر محسوس ہوتا ہے سو اول تو قرآن کریم روزانہ پڑھنا چاہئے- دوم چاہئے کہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھا جائے اور اس قدر جلدی جلدی نہ پڑھا جائے کہ مطلب ہی سمجھ میں نہ آئے- ترتیل کے ساتھ پڑھنا چاہئے تاکہ مطلب بھی سمجھ میں آئے اور قرآن کریم کا ادب بھی ملحوظ رہے- سوم جہاں تک ہو سکے قرآن کریم پڑھنے سے پہلے وضو کرلیا جائے گو میرے نزدیک بے وضو پڑھنا بھی جائز ہے- ہاں بعض علماء نے بے وضو تلاوتِ قرآن کو ناپسند کیا ہے- میرے نزدیک اس طرح پڑھنا ناجائز نہیں مگر مناسب یہی ہے کہ اثر اور ثواب کو زیادہ کرنے کے لئے وضو کرلیا جائے-

ایک دوست پوچھتے ہیں کہ اگر قرآن کریم سمجھ میں نہ آئے تو کیا کیا جائے- ایسے لوگوں کو

* مشکوٰۃ - کتاب الایمان باب القصد فی العمل

چاہئے کہ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر سارا ترجمہ نہ آتا ہو تو اس طرح کرنا چاہئے کہ کسی قدر قرآن کریم کا ترجمہ سیکھ لیا جائے اور جب روزانہ منزل پڑھیں تو ساتھ ہی اس حصہ کو بھی پڑھ لیں جس کا ترجمہ جانتے ہوں۔ کوئی کہے کہ پھر منزل پڑھنے کا کیا فائدہ جبکہ اس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ اس کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب کوئی کام نیک نیتی اور اخلاص سے کیا جاتا ہے تو خدا تعالیٰ ضرور اس کا اجر دیتا ہے۔ اس لئے جب کوئی خدا تعالیٰ کے لئے بغیر ترجمہ جاننے کے ہی پڑھے گا تو خدا تعالیٰ اس کے اخلاص اور نیت کو دیکھ کر ہی اسے ثواب پہنچا دے گا اور یہ بات بھی درست ہے کہ محض الفاظ کا بھی اثر ہوتا ہے۔ دیکھئے رسول کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان کہی جاوے۔ حالانکہ اس وقت بچہ بالکل کچھ جاننے اور سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ مگر داشتہ آید بکار کے مطابق اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

**دیگر اذکار**

قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ دیگر اذکار تسبیح اور تحمید جنہیں انسان اکیلا بیٹھ کر کرے یا مجالس میں۔ اس ذکر کی بھی ایک قسم فرض ہے جیسا کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا اگر اس وقت تکبیر نہیں پڑھی جائے گی۔ تو جانور حرام ہو جائے گا۔ اور دوسری قسم نفل ہے جو دوسرے اوقات میں ورد کی صورت میں پڑھی جاتی ہے اور ان کو رسول کریم ﷺ نے بہت وسیع کیا ہے۔ یعنی آپ نے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھا ہے۔ مثلاً جب کھانا کھانے بیٹھو تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی نہیں پڑھے گا تو اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ بلکہ یہ ہے کہ جس غرض کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ اس طرح پورے طور پر حاصل ہو جائے گی۔ یعنی روحانیت کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ پھر ہر کام کے شروع کرنے کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کا حکم ہے۔ تاکہ اس کام میں برکت ہو۔ اور جب اس کو ختم کر لیا جائے۔ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھا جائے۔ تاکہ اس کام میں برکت ہو۔ اسی طرح اگر کوئی نیا کپڑا پہنے یا کوئی اور نئی چیز استعمال کرے تو الحمد للہ کہہ کر اس کا شکریہ ادا کرے۔ ہر رنج اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنا چاہئے۔ اگر کوئی بات اپنی طاقت اور ہمت سے بالا پیش آئے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئے۔

غرض یہ ذکر ان باتوں کے متعلق ہیں جو روزانہ پیش آتی رہتی ہیں۔ ہر ایک انسان کو دن

میں یا خوشی ہو گی یا رنج پس اگر خوشی ہو تو اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے اور اگر رنج ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق کوئی خوشخبری سُنے تو الحمد للہ کہے۔ اگر چلتے ہوئے اسے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی الحمد للہ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں الحمد للہ کہے۔ اس طرح خود بخود قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ) جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کی نسبت فرمایا ہے۔ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ (بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ و نضع الموازین القسط و ترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر......) کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہو گا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بہت بھاری ہو جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ حتّٰی کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعودؑ بیماری کے سخت دورہ میں تہجد کے لئے اٹھے اور غش کھا کر گر گئے اور نماز نہ پڑھ سکے تو الہام ہُوا کہ ایسی حالت میں تہجد کی بجائے لیٹے لیٹے یہی پڑھ لیا کرو۔ تو یہ بھی بہت فضیلت رکھنے والا ذکر ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اس کو پڑھتے تھے۔

ان دو ذکروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل بتایا ہے۔ مگر ایک اور ذکر بھی افضل ہے گو اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد محفوظ نہیں۔ مگر عقل بتاتی ہے کہ وہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ قرآن کریم کی آیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو ذکر کے طور پر پڑھا جائے تو دوہرا ثواب حاصل ہو گا۔ ایک تلاوت کا اور دوسرے ذکر کا۔ یہ تو میں نے ذکر بتلائے ہیں۔ اب ان کے متعلق احتیاطیں بتاتا ہوں۔

## ذکر کرنے کے متعلق احتیاطیں

پہلی احتیاط یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کبھی اتنا ذکر نہ کرو کہ دل ملول ہو جائے (۲) ایسے وقت میں ذکر نہیں کرنا چاہئے جبکہ دل مطمئن نہ ہو۔ مثلاً ایک ضروری کام کرنا ہے اس وقت کوئی اگر ذکر کرنے کے لئے بیٹھ جائے تو اس کی توجہ ذکر کی طرف نہ ہوگی۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ کے کلام کی بے قدری ہوگی۔ اور انسان گناہگار ٹھہرے گا۔ تو ذکر کرنے کے لئے پہلی احتیاط یہ کرنی چاہئے کہ ذکر اس قدر لمبا عرصہ نہ کرے کہ دل ملول ہو جاوے اور دوسری یہ کہ ایسے وقت میں ذکر کے لئے نہ بیٹھے جبکہ دل کسی اور خیال میں منہمک ہو۔ اور بجائے ثواب حاصل کرنے کے گناہگار ٹھہرے۔ بلکہ اختصار کے ساتھ اور توجہ کے قائم ہونے کے وقت کرے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ سے ایک عورت باتیں کر رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا کہہ رہی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یہ سنا رہی ہے کہ میں اس قدر عبادت کرتی ہوں اور اس طرح کرتی ہوں۔ آپ نے سن کر فرمایا یہ کوئی خوبی کی بات نہیں ہے کہ اس قدر زیادہ عبادت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی عبادت کو پسند کرتا ہے جس پر دوام اختیار کیا جا سکے۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان باب القصد فی العمل ) اللہ تعالیٰ زیادہ عبادت سے ملول نہیں ہوتا۔ بلکہ بندہ خود ملول ہو جاتا ہے اور جب ملول ہو جاتا ہے تو پھر اس کی عبادت کسی کام کی نہیں رہتی۔ پس اگر کوئی حد سے زیادہ بڑھتا ہے تو اس پر مصیبت پڑ جاتی ہے۔ عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کے متعلق آیا ہے وہ ایک طاقت ور انسان تھے ساری رات نماز پڑھتے اور دن کو روزہ رکھتے اور سارے قرآن کریم کی تلاوت ایک دن میں کرتے۔ آنحضرت ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ رات کا چھٹا یا تیسرا یا زیادہ سے زیادہ آدھا حصہ نماز پڑھنی چاہئے۔ اور روزہ زیادہ سے زیادہ ایک دن رکھنا چاہئے۔ اور ایک دن افطار کرنا چاہئے۔ اور قرآن کریم تین دن سے کم عرصہ میں ختم نہیں کرنا چاہئے۔ (بخاری کتاب الصوم باب حق الجسم فی الصوم) اس کے متعلق عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے بہت کوشش کی کہ اس سے زیادہ کے لئے اجازت مل جائے۔ لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔ وہ اسی پر عمل کرتے رہے۔ لیکن جب بوڑھے ہو گئے۔ تو بہت افسوس ظاہر کرتے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے اقرار تو کر لیا تھا لیکن اب کر نہیں سکتا۔ تو حد سے زیادہ بڑھنا مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ ذکر بھی ایک بہت اچھی چیز ہے۔ مگر دیکھو جس طرح پلاؤ اگر زیادہ کھا لیا جائے تو وہ بدہضمی

کر دیتا ہے۔ اسی طرح ذکر کا حد سے زیادہ بڑھانا بھی نفس پر ایسا بوجھ ہو جاتا ہے کہ وہ ذکر سے متنفر ہو جاتا ہے۔ پس آہستہ آہستہ نفس پر بوجھ ڈالنا چاہئے اور اس قدر ڈالنا چاہئے جس کو برداشت کر سکے۔

تیسری احتیاط یہ کرنی چاہئے کہ ابتداء میں اگر طبیعت ذکر کی طرف متوجہ نہ ہو۔ تو بھی دل کو مضبوط کر کے انسان کرتا رہے اور پختہ ارادہ کرلے کہ ضرور پورا کروں گا اور نیت کرلے کہ شیطان کتنا ہی زور لگائے میں اس کی بات ہرگز ہرگز نہیں مانوں گا۔ اگر انسان اس طرح ارادہ کر لے تو ضرور طبیعت کو منوالیتا ہے۔ کہتے ہیں رائے ٹیکن ایک مشہور وکیل تھا اس کے مقابلہ میں ایک اور وکیل آیا۔ اس نے سمجھا کہ رائے ٹیکن مقدمہ جیت جائے گا۔ اس نے یہ چالاکی کی کہ مجسٹریٹ کے ساتھ باتیں کرتے کرتے کہہ دیا کہ رائے ٹیکن کا دعویٰ ہے کہ خواہ کوئی مجسٹریٹ کتنا ہی ہوشیار ہو میں اس سے منوالیتا ہوں۔ یہ سن کر مجسٹریٹ نے ارادہ کرلیا کہ رائے ٹیکن جو کچھ کہے گا میں ہرگز اسے نہیں مانوں گا۔ چنانچہ جب مقدمہ پیش ہُوا۔ تو جو بات رائے ٹیکن پیش کرے مجسٹریٹ اسی کا انکار کر دے۔ اور آخر کار دوسرے وکیل کے حق میں ہی فیصلہ کر دیا۔ تو جب انسان یہ ارادہ کرلیتا ہے کہ میں فلاں کا اثر ہرگز نہیں قبول کروں گا تو وہ اس پر قابو نہیں پاسکتا۔ پس ابتدائی حالت میں ذکر کرنے کے وقت ایسی ہی حالت بنانی چاہئے۔

چوتھی احتیاط یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت کسی تکلیف کی حالت میں نہیں ہونا چاہئے مثلاً فرش پر بیٹھے ہوئے کوئی چیز چبھتی ہو یا اور اسی قسم کی کوئی تکلیف ہو اس کو دور کر کے ذکر میں مشغول ہونا چاہئے۔

پانچویں یہ کہ ایسی حالت بنانی چاہئے کہ مجھے جو کچھ حاصل ہو گا اسے قبول کرلوں گا۔ اگر ابتداء میں بے توجہی ہو۔ تو بھی کسی نہ کسی وقت ذکر طبیعت میں داخل ہو جائے گا۔

چھٹی یہ کہ ذکر تضرع اور خشیت سے کیا جائے۔ اگر خشیت پیدا نہ ہو۔ تو ایسی صورت بنالے جس سے خشیت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض باتیں جو ابتداء میں مصنوعی طور پر اختیار کی جاتی ہیں۔ آہستہ آہستہ اسی طرح ہو جاتی ہیں۔ پس جب کوئی تضرع پیدا کرنے کی کوشش کرتا اور رونے کی طرز بناتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ واقعہ میں ایک وقت اس میں تضرع پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک پروفیسر کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بڑا ہی نرم دل تھا لیکن بعد میں بڑا سخت دل ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن جو نرمی کے باعث اسے تکلیف ہوئی تو اس نے ارادہ کرلیا کہ

اب میں سخت ہو جاؤں گا۔ اس کے لئے اس نے سختی والی شکل بنالی گو دل میں وہی نرمی تھی۔ تاہم ظاہر طور پر سخت اور درشت معلوم ہوتا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ ہؤا کہ اس کا دل بھی سخت ہو گیا۔ وہ پروفیسر اگرچہ اپنی عادت کو بدی کی طرف لے گیا مگر تم لوگ اگر نیکی کی طرف جانے کے لئے اس طرح کرو گے تو رفتہ رفتہ واقعہ میں تمہارے اندر خشوع پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر ایک دن ایک سیکنڈ کے لئے بھی حقیقی خشیت پیدا ہو جائے گی تو دوسرے دن اس سے زیادہ عرصہ کے لئے پیدا ہو سکے گی۔ پس اگر اس کے لئے کوشش کرو گے تو ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔

## ذکر کرنے کے اوقات

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ذکر کرنا بہت ضروری ہے جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ (النساء: ۱۰۴) تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کس کس وقت ذکر کرنا چاہئے۔ یوں تو ہر وقت ہی خدا تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کے متعلق عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ)۔ رسول کریم ﷺ ہر وقت ہی خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ لیکن بعض خاص وقت قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ○ وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا۔ (الاحزاب: ۴۲-۴۳) یاد کرو اللہ کو بکرہ اور اصیل کے وقت۔ یہ دونوں وقت بہت اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ بکرۃ عربی میں پو پھوٹنے سے سورج نکلنے تک کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ معنی ہوئے کہ صبح کی نماز سے لے کر سورج کے نکلنے تک ذکر کرو۔ ایک یہ وقت ہؤا اور دوسرا وقت اصیل ہے۔ لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصیل عصر سے لے کر سورج کے ڈوبنے تک کو کہتے ہیں۔ تیسرا چوتھا اور پانچواں وقت جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِھَا وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی (طٰہٰ: ۱۳۱) یعنی صبر کر ان باتوں پر جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ اور تسبیح و تحمید کر اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے (ان دونوں وقتوں کا ذکر پہلے آچکا ہے) اور رات کے اوقات میں اور ان کی دونوں طرفوں میں تاکہ تیری خواہشات پوری ہوں۔ اس آیت میں علاوہ پہلے دو وقتوں کے سورج نکلنے کے بعد کا

وقت اور رات کا پہلا اور پچھلا وقت بھی ذکر کے لئے مفید بتایا گیا ہے۔

چھٹا وقت ہر ایک نماز کے پڑھنے کے بعد کا ہے۔ رسول کریم ﷺ اس ذکر کو ہمیشہ جاری رکھتے تھے گویا سنت ہو گئی تھی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب ہم دور ہوتے تھے۔ تو اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کے ذکر سے معلوم کرتے تھے کہ نماز ختم ہو گئی ہے۔ پس نماز کے بعد پڑھنے کے لئے ایک ذکر تو یہ ہے کہ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ پڑھا جاوے۔ دوسرے یہ کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تینتیس تینتیس دفعہ پڑھا جاوے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ چونتیس دفعہ پڑھا جاوے (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی التسبیح والتکبیر۔۔۔۔۔۔) یہ ذکر کئی طریق پر مروی ہے۔ مگر سب سے زیادہ صحیح طریق یہی ہے کہ الگ الگ پہلے دونوں جملوں کو تینتیس تینتیس دفعہ کہے۔ اور تیسرے کو چونتیس دفعہ کہ نماز کے بعد کا وقت ذکر کے لئے بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے اس وقت ضرور ذکر کرنا چاہئے۔ بعض لوگ مجھے اور حضرت مولوی صاحب خلیفۃ المسیح الاول اور حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھ کر شائد سمجھتے ہوں کہ یہ نماز کے بعد ذکر نہیں کرتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی ذکر کیا کرتے تھے اور میں بھی کرتا ہوں۔ ہاں اونچی آواز سے نہ وہ کہتے تھے اور نہ میں۔ دل میں کہتا ہوں۔ پس نماز کے بعد ضرور ذکر کرنا چاہئے۔

ذکر کے متعلق کچھ اور احتیاطیں بھی ہیں اور وہ یہ کہ سوائے ان موقعوں کے جو حدیث سے ثابت ہیں مجلس میں اونچی آواز سے ذکر نہ کیا جائے۔ بعض دفعہ اس طرح ریاء پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ دوسرے لوگوں کو ذکر کرنے یا نماز پڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جو بات نئی اختیار کی جائے وہ بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے کرنے سے دل گھبراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذکر کرنے میں دل نہیں لگتا۔ لیکن کیا ایک ہی دن میں کوئی شخص کسی فن میں کامل ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آہستہ آہستہ اور کچھ مدت کے بعد ایسا ہوتا ہے۔ پس اگر ابتداء میں کسی کا دل نہ لگے اور اسے بوجھ سا معلوم ہو تو وہ گھبرائے نہیں۔ آہستہ آہستہ دل قبول کرلے گا لیکن شرط یہ ہے کہ ذکر کو قائم رکھا جائے۔ پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں ذکر کرنے میں لذت بھی آجاتی ہے۔ مگر انہیں چاہئے کہ نفس کے لئے لذت نہ تلاش کریں۔ اور ذکر کرنے کے وقت یہ نیت نہ ہو کہ لذت حاصل ہو بلکہ عبادت سمجھ کر کرنا چاہئے۔ کیونکہ لذت اصل چیز نہیں ہے۔ اصل چیز عبادت ہے۔ اور عبادت اسی

وقت قبول ہوتی ہے جبکہ عبادت سمجھ کر کی جائے۔

پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں ذکر کرنے کے لئے کچھ دن تو قبض رہتی ہے اور کچھ دن طبیعت کھل جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو بھی گھبرانا نہیں چاہئے۔ قبض ہر قسم کے لوگوں کو ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور آکر کہا کہ حضور میں منافق ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں تم تو مسلمان ہو۔ اس نے کہا حضور جب میں آپ کے سامنے آتا ہوں تو جنت اور دوزخ میری آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور جب گھر جاتا ہوں تو پھر وہ حالت قائم نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا اگر وہی حالت ہر وقت قائم رہے تو مرجاؤ۔ (مسلم کتاب التوبۃ باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الاخرۃ) اصل بات یہ ہے کہ اگر ہر وقت ایک ہی حالت رہے۔ تو پھر بڑھنے اور ترقی کرنے کی طاقت سلب ہو جاتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کبھی تو اصل حالت سے نیچے کر دیتا ہے تاکہ انسان کود کر پہلے سے بھی آگے بڑھ جائے۔ اور کبھی اوپر چڑھا دیتا ہے۔ ہاں قبض کے متعلق ایک خاص بات یاد رکھنی چاہئے اور وہ یہ کہ ایک قبض اچھی ہوتی ہے اور ایک بری۔ اور ان کا پتہ اس طرح لگ سکتا ہے کہ ذکر کرنے کے متعلق لذت آنے کا ایک درجہ مقرر کر لیا جائے مثلاً ایک درجہ ہے اس سے اوپر ۲، ۳، ۴، ۵ درجے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص دو درجہ پر ہے۔ اور قبض اسے لے جاتی ہے ایک درجہ پر۔ تو سمجھنا چاہئے کہ انعام دلانے والی قبض ہے۔ لیکن اگر تین درجہ پر ہو اور پھر قبض ہو۔ تو دیکھنا چاہئے اب قبض دو درجہ پر لے گئی ہے۔ یا ایک پر یا بالکل صفر پر۔ اگر دو درجہ پر ہو تو سمجھنا چاہئے کہ ترقی دلانے والی ہے اور اگر ایک پر یا صفر کے درجہ پر ہو تو پھر خطرے کا مقام ہے اس کے لئے خاص سعی اور کوشش کرنی چاہئے۔

**ذکرِ نماز** اب میں نماز کے متعلق بتاتا ہوں۔ یہ سب سے زیادہ ضروری اور اہم ذکر ہے کیونکہ اس میں کبھی انسان کھڑا ہو کر ذکر کرتا ہے اور کبھی رکوع میں، کبھی سجدہ میں، کبھی بیٹھ کر، پھر نماز میں قرآن کریم پڑھتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور اوراد بھی کرتا ہے۔ پس نماز سب ذکروں کی جامع ہے۔ پہلے میں نے اس کے متعلق بیان کرنا اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ بہت تفصیل چاہتی ہے۔ لیکن اب بیان کرتا ہوں۔

نماز کے تین حصے ہیں (۱) فرض (۲) سنن (۳) نفل۔ فرض اور سنن تو سب لوگ ادا کرتے ہیں باقی رہے نوافل ان کے ادا کرنے میں اکثر سستی کرتے ہیں۔ سنتوں کے متعلق تو یاد رکھنا

چاہئے کہ وہ اس لئے مقرر کی گئی ہیں کہ فرائض کے ادا کرنے میں جو کمی یا نقص رہ جائے اسے پورا کر دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ناقص نماز قبول نہیں کرتا بلکہ کامل قبول کرتا ہے۔ اور اگر نقص ہو تو سنتوں میں سے پورا کر دیتا ہے مثلاً کسی نے ایک نماز پڑھی۔ مگر ایک رکعت میں اس کی توجہ قائم نہ رہی اور مختلف قسم کے وساوس پیدا ہوتے رہے اس لئے وہ رکعت قبول نہ ہوگی۔ اس کے بدلہ میں سنتیں رکھ دی جائیں گی تاکہ نماز مکمل ہو جائے۔ رسول کریم ﷺ چونکہ انسان کے قلب کی کیفیت کو خوب جانتے تھے اور سمجھتے تھے اس لئے آپؐ نے فرائض کے ساتھ سنتیں اپنی طرف سے لگا دیں تاکہ فرائض کی کمی کو پورا کر دیں اور یہ آپؐ نے اپنی امت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

## نوافل کی فضیلت

اب نوافل باقی رہے وہ خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یعنی نجات کے علاوہ اعلیٰ مدارج حاصل کرنے کا موجب بنتے ہیں پس جو شخص خدا تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ نوافل پڑھنے پر بہت زور دے۔ پھر نوافل بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض دن میں پڑھے جاتے ہیں اور بعض رات کو۔ جو رات کو پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو تہجد کہتے ہیں اور یہ زیادہ اہم ہوتے ہیں اور ایسے اعلیٰ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْئًا وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ○ (المزمل : ۷) کہ انسان کے نفس کے درست کرنے کے لئے رات کا اٹھنا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس اگر کوئی شخص تجربہ کر کے دیکھے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح نفس کی بہت بڑی وسیع اصلاح ہو جاتی ہے اور خاص قوت اور طاقت حاصل ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ ان پر خاص طور پر مداومت رکھتے تھے۔ اور رسول کریم ﷺ کو ان نوافل کا اتنا خیال تھا کہ باوجود ان کے نفل ہونے کے آپ رات کو پھر کر دیکھتے کہ صحابہؓ میں سے کون یہ نفل پڑھتا ہے اور کون نہیں پڑھتا۔ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں عبداللہؓ بن عمرؓ کا ذکر آیا کہ وہ بہت اچھا ہے اس میں یہ خوبی ہے یہ صفت ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں بڑا اچھا ہے بشرطیکہ تہجد پڑھے[۵] چونکہ عبداللہ بن عمرؓ جوان تھے اور تہجد پڑھنے میں سستی کرتے تھے اس لئے آپ نے اس طرح ان کو اس طرف توجہ دلائی۔ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس میاں اور بیوی پر رحم ہو کہ اگر رات کو میاں کی آنکھ کھلے تو اٹھ کر تہجد پڑھے اور بیوی کو جگائے کہ تو بھی اٹھ کر تہجد پڑھ۔ اور اگر بیوی نہ جاگے تو پانی کا چھینٹا اس کے منہ پر مارے اور

[۵] بخاری کتاب التهجد باب فضل قیام اللیل

جگائے۔ اسی طرح اگر بیوی کی آنکھ کھلے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کہ خود تہجد پڑھے اور میاں کو جگائے اگر وہ نہ جاگے تو اسکے منہ پر چھینٹا مارے[۵] دیکھو ایک طرف تو رسول کریم ﷺ نے بیوی کے لئے میاں کا ادب کرنا نہایت ضروری قرار دیا ہے۔ اور دوسری طرف تہجد کے لئے جگانے کے واسطے اگر پانی کا چھینٹا بھی مارنا پڑے تو اس کو بھی جائز رکھا ہے۔ گویا رسول کریم ﷺ تہجد کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے۔ یہ رسول کریم ﷺ کی طرف سے ہے۔ پھر قرآن کریم کہتا ہے کہ رات کا اٹھنا نفس کو سیدھا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریمؐ صحابہؓ کو فرماتے کہ خواہ تہجد دو رکعت ہی پڑھو مگر پڑھو ضرور۔ پھر حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ قریب آ جاتا ہے۔ اور بہت زیادہ دعائیں قبول کرتا ہے اس لئے تہجد کا پڑھنا بہت ضروری اور بہت فائدہ مند ہے۔

## تہجد کے لئے اٹھنے کے تیرہ طریق

اب سوال یہ ہے کہ تہجد پڑھنی تو ضرور چاہئے مگر رات کو اٹھیں کیونکر۔ اس کا ایک ادنیٰ طریق میں پہلے بتاتا ہوں اگرچہ اس میں نقصان بھی ہے مگر فائدہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آج کل الارم والی گھڑیاں مل سکتی ہیں ان کے ذریعہ انسان جاگ سکتا ہے۔ مگر میرا تجربہ ہے کہ یہ کوئی ایسا مفید طریق نہیں ہے۔ وجہ یہ کہ چونکہ انسان کو بھروسہ ہو جاتا ہے کہ وہ مجھے وقت پر جگا دے گی اس لئے رات کو اٹھنے کی نیکی کی طرف جو توجہ اور خیال ہونا چاہئے وہ اس کو نہیں ہوتا۔ اگر اسے اٹھنے کا خیال ہوتا اور اسی خیال میں ہی اس کی آنکھ لگ جاتی تو گویا وہ ساری رات ہی عبادت کرتا رہتا۔ اس کے علاوہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر اٹھنے کو جی نہ چاہے تو انسان بجتے بجتے الارم کو بند کر دیتا ہے۔ لیکن اگر نیت اور ارادہ سے سوئے گا تو وقت پر ضرور اٹھ کھڑا ہوگا۔ پھر ایسے لوگ جو گھڑی کے ذریعہ اٹھتے ہیں وہ اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ نماز میں نیند آتی ہے۔ اس کی بھی وجہ یہی ہے کہ وہ گھڑی سے اٹھتے ہیں نہ کہ اپنے طور پر۔ اس لئے یہ طریق کوئی مفید نہیں ہے۔ ہاں ابتدائی حالت کے لئے یا کسی خاص ضرورت کے وقت مفید ہوتا ہے۔

میرے نزدیک وہ طریق جن سے رات کو اٹھنے سے مدد مل سکتی ہے تیرہ ہیں۔ اگر کوئی شخص ان پر عمل کرے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے ضرور کامیابی ہوگی۔ شروع میں تو ہر کام میں مشکلات ہوتی ہیں مگر آخر کار ضرور ان کے ذریعہ کامیابی ہوگی۔

[۵] مشکوٰۃ کتاب البیوع باب التحریص علیٰ قیام اللیل

یہ سب باتیں جو میں بیان کروں گا وہ قرآن اور حدیث سے ہی اخذ کی ہوئی بیان کروں گا نہ کہ اپنی طرف سے۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر خاص فضل ہے کہ یہ باتیں مجھ پر ہی کھولی گئی ہیں۔ اور اوروں سے پوشیدہ رہی ہیں۔ اگر وقت تنگ نہ ہوتا۔ تو میں قرآن کریم کی وہ آیات اور حدیثیں بھی بیان کر دیتا جن سے میں نے اخذ کی ہیں مگر اب صرف نتائج ہی بیان کروں گا۔

**پہلا طریق یہ ہے** کہ اللہ تعالیٰ نے نیچر میں قاعدہ رکھا ہے کہ جس وقت میں کوئی چیز پیدا ہوئی ہو وہی وقت جب دوسری دفعہ آئے تو اس چیز میں پھر جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثالیں کثرت سے مل سکتی ہیں۔ مثلاً انسان کو جو بیماری بچپن میں ہوئی ہو وہی بیماری بڑھاپے میں جبکہ بچپن کی سی حالت ہو جاتی ہے عود کر آتی ہے۔ یہی بات درختوں اور پرندوں میں پائی جاتی ہے۔ اس قاعدہ سے رات کو اٹھنے میں اس طرح مدد مل سکتی ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کچھ عرصہ ذکر کر لے۔ اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ جتنا عرصہ وہ ذکر کرے گا صبح سے اتنا ہی قبل اس کی آنکھ ذکر کرنے کے لئے کھل جائے گی۔

**دوسرا طریق یہ ہے** کہ عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد کسی سے کلام نہ کرے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد کلام کرنے سے روکا ہے۔ گو یہ بھی ثابت ہے کہ بعض دفعہ آپؐ کلام کرتے رہے ہیں۔ مگر عام طور پر آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ اگر عشاء کی نماز کے بعد باتیں شروع کر دی جائیں گی تو انسان زیادہ جاگے گا اور صبح کو دیر کر کے اٹھے گا۔ اور دوسرے یہ کہ اگر وہ باتیں دینی اور مذہبی نہ ہوں گی تو ان کی وجہ سے توجہ دین سے ہٹ جائے گی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد بغیر کلام کئے سو جانا چاہئے تاکہ دینی خیالات پر ہی آنکھ لگے اور سویرے کھل جائے۔ دفتر کے کام یا اور کوئی ضروری فعل عشاء کی نماز کے بعد منع نہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ سونے سے پہلے ذکر کر لے۔ یہ دوسرا طریق ہے۔

**تیسرا طریق یہ ہے** کہ جب کوئی عشاء کی نماز پڑھ کر آئے اور سونے لگے تو خواہ اس کا وضو ہی ہے۔ تو بھی تازہ وضو کر کے چارپائی پر لیٹے۔ اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور اس سے خاص قسم کی نشاط پیدا ہوتی ہے۔ اور جب کوئی تازہ وضو کی وجہ سے نشاط کی حالت میں سوئے گا تو وہ آنکھ کھلتے وقت بھی نشاط میں ہی ہو گا۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی روتا سوئے تو وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ اور اگر ہنستا سوئے تو اٹھتے وقت بھی اس کا چہرہ

بشاش ہی ہوتا ہے اسی طرح جو وضو کر کے نشاط سے سوتا ہے وہ اٹھتا بھی نشاط سے ہی ہے۔ اور اس طرح اس کو اٹھنے میں مدد ملتی ہے۔

**چوتھا طریق یہ ہے** کہ جب سونے لگے تو کوئی ذکر کر کے سوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رات کو ذکر کرنے کے لئے پھر اس کی آنکھ کھل جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی سونے سے پہلے یہ ذکر کیا کرتے تھے آیت الکرسی پھر تینوں قل ایک ایک دفعہ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونکتے اور ہاتھ سارے جسم پر پھیرتے اور ایسا تین دفعہ کرتے تھے اور پھر دائیں طرف منہ کر کے یہ عبارت پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ[1] رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشه) اسی طرح ہر ایک مؤمن کو چاہئے۔ اور پھر چارپائی پر لیٹ کر دل میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ یا کوئی اور ذکر جاری رکھنا چاہئے حتیّٰ کہ اس حالت میں آنکھ لگ جائے۔ کیونکہ جس حالت میں انسان سوتا ہے عام طور پر وہی حالت ساری رات اس پر گذرتی رہتی ہے۔ اس لئے جو شخص تسبیح و تحمید کرتے سوئے گا۔ گویا ساری رات اسی میں لگا رہے گا۔ دیکھو عورتیں یا بچے اگر کسی غم اور تکلیف میں سوئیں۔ تو سوتے سوتے جب کروٹ بدلتے ہیں۔ تو دردناک اور غمگین آواز نکالتے ہیں۔ کیونکہ اس غم کا جو سوتے وقت ان کو تھا ان پر اثر ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی تسبیح کرتے سوئے گا تو جب کروٹ بدلے گا اس کے منہ سے تسبیح کی آواز ہی نکلے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مؤمن وہ ہوتے ہیں کہ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (السجدہ : ۱۷) یعنی ان کے پہلو بستروں سے اٹھے رہتے ہیں۔ اور وہ خوف اور طمع سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ بظاہر تو یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ آنحضرت ﷺ بھی سوتے تھے اور دوسرے سب مؤمن بھی سوتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ چونکہ وہ تسبیح کرتے کرتے سوتے ہیں اس لئے ان کی نیند نیند نہیں ہوتی بلکہ تسبیح ہی ہوتی ہے اور اگرچہ وہ سوتے ہیں مگر درحقیقت سوتے نہیں۔ ان کی کمریں بستروں سے الگ رہتی ہیں اور وہ خدا کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں۔

[1] وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ

**پانچواں طریق یہ ہے** کہ سونے کے وقت کامل ارادہ کرلیا جائے کہ تہجد کے لئے ضرور اٹھوں گا۔ انسان کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ طاقت رکھی ہے کہ جب وہ زور سے اپنے نفس کو کوئی حکم کرتا ہے تو وہ تسلیم کرلیتا ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کو تمام دانا مانتے آئے ہیں۔ پس تم سونے کے وقت پختہ ارادہ کرلو کہ تہجد کے وقت ضرور اٹھیں گے۔ اس طرح کرنے میں گو تم سو جاؤ گے مگر تمہاری روح جاگتی رہے گی کہ مجھے حکم ملا ہے کہ فلاں وقت جگانا ہے اور عین وقت پر خود بخود تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔

**چھٹا طریق** ایسا ہے کہ جس کے کرنے کی میں صرف ایسے ہی شخص کو اجازت دیتا ہوں جو یہ دیکھتا ہو کہ میرا ایمان خوب مضبوط ہے اور وہ یہ کہ وتروں کو عشاء کی نماز کے ساتھ نہ پڑھے بلکہ تہجد کے وقت پڑھنے کے لئے رہنے دے۔ عام طور پر یہ بات پائی جاتی ہے کہ انسان فرض کو خاص طور پر ادا کرتا ہے مگر نفل میں سستی کر جاتا ہے۔ پس جب نفلوں کے ساتھ واجب مل جائے گا تو اس کی روح کبھی آرام نہ کرے گی جب تک کہ اسکو ادا نہ کرے اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نفس سستی نہیں کرے گا۔ لیکن اگر وتر پڑھے ہوئے ہوں اور تہجد کے وقت آنکھ کھل بھی جائے تو نفس کہہ دیتا ہے کہ وتر تو پڑھے ہوئے ہیں نفل نہ پڑھے تو نہ سہی۔ مگر جب یہ خیال ہو گا کہ وتر بھی پڑھنے ہیں تو ضرور اٹھے گا اور جب اٹھے گا تو نفل بھی پڑھ لے گا۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے اس کے لئے شرط ہے کہ ایمان بہت مضبوط ہو۔ جب ایمان مضبوط ہو گا تو وتروں کے لئے ضرور اٹھے گا۔ ورنہ وتروں کے پڑھنے سے بھی محروم رہے گا۔

**ساتواں طریق** بھی انہیں لوگوں کے لئے ہے جو روحانیت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ عشاء کی نماز کے بعد نفل پڑھنے شروع کر دیں اور اتنی دیر تک پڑھیں کہ نماز میں ہی نیند آجائے اور اتنی نیند آئے کہ برداشت نہ کی جاسکے اس وقت سوئے۔ باوجود اس کے کہ اس میں زیادہ وقت لگے گا مگر سویرے نیند کھل جائے گی یہ روحانی ورزش ہوتی ہے۔

**آٹھواں طریق** وہ ہے جس کا ہمارے صوفیاء میں رواج تھا میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی مگر ہے مفید۔ اور وہ یہ ہے کہ جن دنوں میں زیادہ نیند آئے اور وقت پر آنکھ نہ کھلے ان میں نرم بستر ہٹا دیا جائے۔

**نواں طریق** یہ ہے کہ سونے سے کئی گھنٹے پہلے کھانا کھالیا جائے۔ یعنی مغرب سے پہلے یا مغرب کی نماز کے بعد فوراً۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی روح چست ہوتی ہے مگر جسم ست کر دیتا ہے۔ جسم ایک طوق ہے جو روح کو چمٹا ہؤا ہے جب یہ طوق بھاری ہو جائے تو پھر روح کو دبالیتا ہے۔ اس لئے سونے کے وقت معدہ پُر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کا اثر قلب پر بہت پڑتا ہے اور انسان کو ست کر دیتا ہے۔

**دسواں طریق** یہ ہے کہ جب انسان رات کو سوئے تو ایسی حالت میں نہ ہو کہ جنبی ہو یا اسے کوئی غلاظت لگی ہو۔ بات یہ ہے کہ طہارت سے ملائکہ کا بہت بڑا تعلق ہوتا ہے اور وہ گندے انسان کے پاس نہیں آتے۔ بلکہ دور ہٹ جاتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ کے سامنے جب ایک بودار چیز کھانے کے لئے لائی گئی تو آپؐ نے صحابہؓ کو فرمایا کہ تم کھالو میں نہیں کھاتا۔ صحابہؓ نے کہا ہم بھی نہیں کھاتے۔ آپؐ نے فرمایا تم کھالو میرے ساتھ تو فرشتے باتیں کرتے ہیں اس لئے میں نہیں کھاتا۔ کیونکہ انہیں ایسی چیزوں سے نفرت ہے۔

تو غلاظت کو ملائکہ بہت ناپسند کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول سناتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے کھانا کھایا اور ہاتھ دھوئے بغیر سو گیا۔ رؤیا میں مَیں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب آئے ہیں اور انہوں نے مجھے قرآن کریم دینا چاہا لیکن جب میں ہاتھ لگانے لگا تو کہا کہ ہاتھ نہ لگانا تمہارے ہاتھ صاف نہیں ہیں۔ تو بدن کے صاف ہونے کا قلب پر بہت اثر پڑتا ہے۔ صفائی کی حالت میں سونے والے کو ملائکہ آکر جگا دیتے ہیں لیکن اگر صفائی میں فرق ہو تو پاس نہیں آتے۔ یہ طریق جسم کی صفائی کے متعلق ہے۔

**گیارہواں طریق** یہ ہے کہ بستر پاک و صاف ہو۔ بہت لوگ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ بستر کی پاکیزگی روحانیت سے خاص تعلق رکھتی ہے اس لئے اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

**بارہواں طریق** ایسا ہے کہ عوام کو اس پر عمل کرنے کی وجہ سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ہاں خاص لوگوں کے لئے نقصان دہ نہیں اور وہ یہ کہ میاں بیوی ایک بستر میں نہ سوئیں۔ رسول کریم ﷺ سوتے تھے لیکن آپؐ کی شان بہت بلند اور ارفع ہے۔ آپؐ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر دوسرے لوگوں کو احتیاط کرنی چاہئے۔ بات یہ ہے کہ جسمانی شہوت کا اثر جتنا زیادہ ہو اسی قدر روحانیت کو بند کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت

اسلام نے کہا ہے کہ کھاؤ پیو مگر حد سے نہ بڑھو۔ کیوں نہ بڑھو اس لئے کہ شہوانی جذبہ زیادہ بڑھ کر روحانیت کو نقصان پہنچائے گا۔ پس وہ لوگ جو اپنے نفس پر قابو رکھتے ہیں وہ اگر اکٹھے سوئیں تو کوئی حرج نہیں ہوتا مگر عام لوگوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور وہ لوگ جنہیں اپنے خیالات پر پورا پورا قابو نہ ہو ان کو اکٹھا نہیں سونا چاہئے۔ اس طرح ان کو شہوانی خیالات آتے رہیں گے۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ سوتے سوتے جماع کرنے یا پیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح روحانیت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اور اٹھنے میں سستی ہو جاتی ہے۔

**تیرھواں طریق** ایسا اعلیٰ ہے کہ جو نہ صرف تہجد کے لئے اٹھنے میں بہت بڑا مد اور معاون ہے بلکہ اس پر عمل کرنے سے انسان بدیوں اور برائیوں سے بھی بچ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سونے سے پہلے دیکھنا چاہیے کہ ہمارے دل میں کسی کے متعلق کینہ یا بغض تو نہیں ہے اگر ہو تو اس کو دل سے نکال دینا چاہئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ روح کے پاک ہونے کی وجہ سے تہجد کے لئے اٹھنے کی توفیق مل جائے گی خواہ اس قسم کے خیالات ان پر پھر قابو پا ہی لیں۔ لیکن رات کو سونے سے پہلے ضرور نکال دینے چاہئیں اور دل کو بالکل خالی کر لینا چاہئے۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اگر کوئی ایسے خیالات میں دنیاوی فائدہ سمجھتا ہے تو دل کو کہے کہ دن کو پھر یاد رکھ لینا رات کو سونے کے وقت کسی سے لڑائی تو نہیں کرنی کہ ان کو دل میں رکھا جائے۔ اول تو ایسا ہو گا کہ اگر ایک دفعہ اپنے دل سے کسی خیال کی جڑھ کاٹ دی جائے گی تو پھر وہ آئے گا ہی نہیں۔ دوسرے اس قسم کے خیالات رکھنے سے جو نقصان پہنچا ہوتا ہے اس سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ بات ہے کہ ایک چیز جس قدر زیادہ عرصہ دوسرے کے ساتھ رہتی ہے اسی قدر زیادہ اپنا اثر اس پر کرتی ہے۔ مثلاً اگر اسپنج کو پانی سے بھر کر کسی چیز پر جلدی سے پھیر کر ہٹا لیا جائے تو وہ بہت تھوڑی گیلی ہو گی۔ لیکن اگر دیر تک اس پر رکھا جائے تو وہ بہت زیادہ بھیگ جائے گی۔ اسی طرح جو خیالات انسان کو دیر تک رہیں وہ اس کے دل میں بہت زیادہ جذب ہو جاتے ہیں اور سوتے وقت جن خیالات کو انسان اپنے دل میں رکھے ان کو اس کی روح ساری رات دہراتی رہتی ہے۔ دن میں اگر کوئی ایسا خیال ہو تو وہ اتنا نقصان دہ نہیں ہوتا جتنا رات کے وقت کا۔ کیونکہ ان میں دوسرے کاروبار میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ بھلا دیتا ہے لیکن رات کو بار بار آتا ہے۔ پس سوتے وقت اگر کوئی برا خیال ہو۔ تو اسے نکال دینا چاہئے تاکہ وہ دل میں گڑ نہ جائے۔

کیونکہ اگر گڑ گیا تو پھر اس کا نکلنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ پھر اگر رات کو جان ہی نکل جائے تو اس بدی کے خیال سے توبہ کرنے کا موقعہ بھی نہیں ملے گا۔ اس طرح نفس کو ڈرانا چاہئے۔ اور جب ایک دفعہ خیال نکل جائے گا تو پھر اس سے نجات مل جائے گی۔ غرض سوتے وقت نفس میں برے خیالات نہیں رہنے دینے چاہئیں۔ جب اس طرح دل کو پاک و صاف کر کے کوئی سوئے گا تو تہجد کے وقت اٹھنے کی اسے ضرور توفیق مل جائے گی۔

## نماز میں توجہ قائم رکھنے کے طریق

اب میں بتاتا ہوں کہ نماز میں کس طرح توجہ قائم رہ سکتی ہے۔ اس کے متعلق بہت لوگ ہمیشہ پوچھا کرتے ہیں آج میں اس کے طریق بتاتا ہوں۔ کچھ تو ایسے ہوں گے جنہیں آپ استعمال میں لاتے ہیں۔ مگر درحقیقت ان سے کام نہیں لیتے اور جو کام لیتے ہیں وہ ضرور فائدہ بھی اٹھاتے ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ شریعت نے توجہ قائم رکھنے کے لئے نماز میں ہی کچھ قوانین بتا دیئے ہیں مگر ناواقفیت کی وجہ سے اکثر لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ان کے علاوہ کچھ طریق مَیں ایسے بتاؤں گا جن سے لوگ عام طور پر ناواقف ہیں اور ان پر کاربند نہیں۔ حالانکہ ان پر عمل کرنے سے نماز میں توجہ قائم رہ سکتی ہے پہلی قسم کے طریقوں کے بیان کرنے سے پہلے میں اس قدر بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک ایسا مادہ رکھا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو استعمال کر رہا ہو اور ساتھ ساتھ اس کا فائدہ بھی سوچتا جائے اور اس پر یقین رکھے تو اسے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ یورپ میں سینڈو ورزش کا استاد گذرا ہے وہ لکھتا ہے کہ صحت اور طاقت کے لئے ورزش کرو۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتے جاؤ کہ ہمارے بازو مضبوط اور پٹھے سخت ہو رہے ہیں۔ واقعہ میں ورزش سے بازو مضبوط ہوتے ہیں۔ مگر جب اس بات کو ورزش سمجھ کر کیا جائے کہ اس کا اثر جسم پر کیا پڑ رہا ہے تو اس اثر کو قبول کرنے کے لئے جسم اور بھی تیار ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ خیال نہ رکھا جاوے تو بہت سا اثر باطل ہو جاتا ہے اور فائدہ نسبتاً بہت کم ہو جاتا ہے۔

## پہلا طریق

شریعت اسلام نے بھی توجہ قائم رکھنے کے کچھ قانون مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے پہلا قانون وضو ہے جو ہر ایک نماز پڑھنے والے کو کرنا پڑتا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان کے خیالات اور جذبات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ ذرائع بنائے ہیں ان میں سے ایک اعصاب کا سلسلہ ہے۔ ان کے ذریعہ سے انسان کے

خیالات اور جذبات کا اثر دوسری چیزوں پر پڑتا ہے اور وہ ایک راستہ کے طور پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکتے تھے۔ کیا یہ لغو ہی تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خیالات کا اثر اعصاب کے ذریعہ آواز کے ذریعہ ' پھونک کے ذریعہ خیالات سے منتقل ہوتا ہے۔ پس رسول کریم ﷺ ان تینوں طریق کو جمع کر لیتے۔ آیۃ الکرسی مُنہ سے پڑھتے پھر ہاتھوں پر پھونکتے پھر ہاتھ سارے جسم پر پھیر لیتے۔ غرض آواز' اعصاب' نظر اور پھونک وغیرہ خیالات کے باہر نکلنے کے راستے ہیں اسی وجہ سے دم کرنا بھی صلحاء سے ثابت ہے بلکہ رسول کریم ﷺ سے بھی مروی ہے۔ پس چونکہ اعصاب کے ذریعہ خیالات نکلتے اور پراگندہ ہو جاتے ہیں ان کو قابو میں رکھنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے وضو کا حکم دیا ہے۔ اور چونکہ ان کے نکلنے کے بڑے بڑے مرکز ہاتھ پاؤں اور مُنہ ہیں۔ اور تجربہ کیا گیا ہے کہ جب ان پر پانی ڈالا جائے تو خیالات کی رَو جو ان سے نکل رہی ہوتی ہے وہ بند ہو جاتی ہے اور خیالات نکلنے رک جاتے ہیں۔ یہ ایک ثابت شدہ مسئلہ ہے۔ اور وضو کی اغراض میں ایک یہ غرض بھی ہے۔ وضو میں اور بھی کئی ایک حکمتیں ہیں لیکن ایک یہ بھی ہے کہ اس طرح خیالات کی رَو رک جاتی ہے اور جب رَو رک جاتی ہے تو سکون حاصل ہو جاتا ہے اور جب سکون حاصل ہو جاتا ہے تو توجہ قائم رہ سکتی ہے۔ پس وضو توجہ کے قائم رکھنے کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا ذریعہ ہے۔ لیکن جب وضو کرنے بیٹھو تو ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھو کہ ہم ایسا پراگندہ خیالات کے روکنے کے لئے کر رہے ہیں۔ جب ایسا کرو گے تو نماز میں سکون حاصل ہو جائے گا اور خیالات تمہاری توجہ کو پراگندہ نہیں کر سکیں گے۔

**دوسرا طریق** توجہ کے قائم کرنے کا وہ ہے جو شریعت اسلام نے مسجد میں نماز پڑھنے کو قرار دیا ہے۔ انسان کا خاصہ ہے کہ جب وہ ایک بات کو دیکھتا ہے تو اس سے اسے دوسری کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص زید سے ملتا ہے تو اس کے لڑکے بکر کے متعلق بھی اس سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ بکر اس کے سامنے نہیں ہوتا مگر زید کو دیکھ کر ہی اسے بکر بھی یاد آجاتا ہے۔ تو انسان کے دماغ کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ جب ایک چیز اس کے سامنے آئے تو اس سے تعلق رکھنے والی دوسری چیزوں کی بھی اسے یاد آجاتی ہے۔ پس اگر انسان ایک ایسی جگہ نماز ادا کرے جس کا نماز سے خاص تعلق نہ ہو تو اسے کوئی خاص بات یاد نہ آئے گی مگر جب ایسی جگہ نماز پڑھے گا جہاں صبح و شام خدا تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور جو خدا کا گھر کہلاتی

ہے تو اسے ضرور یہ خیال آئے گا کہ میں اس خدا کے حضور میں کھڑا ہُوا ہوں جس کی عبادت کرنے کے لئے یہ جگہ بنائی گئی ہے اور مجھ پر فرض ہے کہ میں سچے دل سے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کر چھوڑیں اور وہاں نماز پڑھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کریں تاکہ وہاں نماز پڑھتے ہوئے یہ خیال آئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے کا مقام ہے۔ ممکن ہے کہ آپ میں سے بعض لوگوں کے دلوں میں مسجد میں جاکر بھی کبھی یہ خیال نہ آیا ہو۔ لیکن اب جبکہ مسجد میں نماز پڑھنے کی حکمت معلوم ہوگئی اور یہ خیال لے کر مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے تو آپ کے خیالات فوراً رک جائیں گے اور سکون حاصل ہو جائے گا۔

**تیسرا طریق** قبلہ کی طرف منہ کرنے کا جو حکم ہے وہ بھی توجہ کے قائم رکھنے کے لئے بہت مدد ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ میں کئی ایک خصوصیتیں ہیں۔ اس جگہ ایک شخص نے اپنی بیوی اور بچہ کو بغیر دانہ پانی اور بغیر آبادی اور کسی حفاظت کے خدا کے حکم کے ماتحت چھوڑ دیا تھا اور چونکہ یہ کام خدا کے لئے اس نے کیا تھا خدا تعالیٰ نے اس کی نسل کو اس قدر بڑھایا کہ آسمان کے ستاروں کی طرح گنی نہیں جاسکتی پھر اس کی نسل میں سے کئی ایک نبی پیدا ہوئے اور آخر وہ انسان جو سب دنیا کی طرف نبی ہو کر آیا وہ بھی اسی کی نسل سے تھا۔ تو جب کوئی مکہ کی طرف منہ کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اسے یہ حکمت بھی معلوم ہو کہ ادھر منہ کر کے نماز پڑھنا کیوں مقرر کیا گیا ہے تو اس پر فوراً حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے واقعہ کا اثر ہوتا ہے اور اس بات کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے کہ جس خدا کی عبادت مَیں کرنے کے لئے کھڑا ہُوا ہوں وہ بڑی شان اور بڑی قدرت والا ہے۔ جب اسے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے پراگندہ خیالات دور ہو جاتے اور خدا تعالیٰ کے رعب اور جلال سے دب کر بیٹھ جاتے ہیں۔

**چوتھا طریق** رسول کریم ﷺ نے اذان مقرر کی ہے۔ جب بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ تو گو اسی وقت نماز شروع نہیں ہو جاتی مگر نماز پڑھنے والوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تم خوب سوچ سمجھ کر مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آجانا۔ کیونکہ تم نے بڑے عظیم الشان خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔ پس جب کوئی اذان سنے گا تو اس پر خدا تعالیٰ کی عظمت اور شان کا خاص رعب پڑے گا اور اس کی وجہ سے نماز میں اس کی توجہ قائم رہے گی۔

۵ مشکوٰۃ کتاب المناسک باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اذان اس لئے دی جاتی ہے کہ شیطان کو بھگا دے اور حدیث میں آیا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان دور بھاگ جاتا ہے۔ پس جب کوئی اس بات کو مدنظر رکھتا ہے کہ اذان میں جو مضمون بیان کیا جاتا ہے اس کی یہ غرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال کی طرف توجہ ہو تو اسے اس کی حکمت بھی یاد آجائے گی۔ جن لوگوں نے آج یہ حکمت سن لی ہے وہ جب اذان سنیں گے تو یہ بات یاد آجائے گی اور جب یاد آئے گی تو اثر بھی ہوگا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک خیال آئے تو دوسرے خیالات دور ہو جاتے ہیں۔ پس جب خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے خیالات پیدا ہوں گے۔ تو دوسرے خیالات ہٹ جائیں گے اور توجہ قائم ہو جائے گی۔

**پانچواں طریق** اقامت ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی عظمت اور شوکت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اذان کے متعلق جو حکمت بیان کی گئی ہے وہی اس میں بھی ہے۔ اقامت کے متعلق بھی رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کی آواز سے شیطان بھاگ جاتا ہے (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل الاذان و ھرب الشیطان عند سماعہ) اور اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کے ذریعہ سے وساوس دور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔

**چھٹا طریق** صف بندی ہے۔ جسمانی باقاعدگی خیالات میں بھی باقاعدگی پیدا کر دیتی ہے اور انہیں منتشر نہیں ہونے دیتی۔ اور جب جسمانی طور پر قطار بندی کی جاتی ہے تو اندرونی جوش بھی ایک سلک میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ شکل کیا ہی ہیبت ناک ہوتی ہے کہ سب لوگ خاموش اور چپ چاپ بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ صفوں کو درست کرو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف) درست صف کا کیا اثر ہوتا ہے۔ یہی کہ ظاہر کا اثر چونکہ باطن پر ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ظاہری طور پر باقاعدگی نہ ہو تو باطنی باقاعدگی میں بھی فرق آجاتا ہے۔

**ساتواں طریق** نماز پڑھنے کی نیت ہے۔ کیونکہ جب انسان اپنے نفس کو بتا دیتا ہے کہ اس کام کے لئے میں کھڑا ہونے لگا ہوں تو توجہ اس کی طرف ہی رہتی ہے۔ نیت سے یہ مراد نہیں کہ کہا جائے کہ پیچھے اس امام کے اتنی رکعت نماز مُنہ طرف کعبہ شریف وغیرہ وغیرہ بلکہ ذہن میں ہی نماز پڑھنے کی نیت کرنی چاہئے۔ ایک آدمی کی نسبت کہتے ہیں کہ اسے

نیت کرنے کا جنون ہو گیا تھا وہ اگر کسی پچھلی صف میں کھڑا ہوتا اور نیت کرتا کہ "پیچھے اس امام کے" تو اسے خیال آتا کہ میں امام کے پیچھے تو ہوں نہیں میرے آگے کوئی اور شخص ہے اس لئے وہ آگے جاکر کہتا پیچھے اس امام کے پھر اسے شک پڑتا کہ میں تو اب بھی امام کے پیچھے نہیں ہوں اس لئے وہ امام کے پیچھے جاکر کھڑا ہوتا اور پھر اس کو ہاتھ لگا کر کہتا کہ پیچھے اس امام کے۔

اس قسم کے وہم میں جو لوگ پڑے ہوئے ہیں وہ بھی غلطی کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ بہت برا ہوتا ہے۔ نیت کیا ہوئی گویا مصیبت ہو گئی۔ نیت دراصل قلب کی ہوتی ہے۔ مگر بعض لوگوں کو کھڑے ہوتے وقت پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کیا کرنے لگے ہیں۔ پس جب تم نماز پڑھنے لگو تو نماز پڑھنے کا خیال بھی کرلو اور سمجھو کہ کیا کرنے لگے ہو۔ جب یہ بات سمجھ لوگے تو اسی وقت سے تمہارے اندر خشیت پیدا ہونی شروع ہو جائے گی اور جب خشیت پیدا ہو جائے گی تو توجہ بھی قائم رہ سکے گی۔

**آٹھواں طریق** نماز باجماعت ہے کہ اس طرح نماز پڑھتے ہوئے خدا تعالیٰ کی عظمت کی طرف متوجہ کرنے والے الفاظ انسان کے کان میں امام کی طرف سے ڈالے جاتے ہیں۔ اور جو انسان غفلت میں ہو اور دوسرے خیالات میں پڑ جائے اس کو ٹھوکر دیا جاتا ہے۔ مثلاً جب اللہ اکبر کہا جاتا ہے تو گویا اس بات سے اسے آگاہ کیا جاتا ہے کہ دیکھو سنبھل کر کھڑے ہونا جس کے حضور میں کھڑے ہونے لگے ہو وہ بہت بڑا ہے۔ پھر جب کھڑے ہونے میں کچھ وقت گذر جاتا ہے اور کسی کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگتے ہیں تو پھر امام بلند آواز سے کہہ دیتا ہے اللہ اکبر اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ پھر جب غفلت آنے لگتی ہے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کی آواز کان میں ڈالی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی باتیں سنتا اور قبول کرتا ہے جو اس کی حمد کرتا ہے۔ اور اس طرح اسے متوجہ کیا جاتا ہے کہ اگر کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرو ورنہ یونہی وقت ضائع ہو گا۔ غرض بار بار امام مقتدیوں کو توجہ دلاتا اور ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کو مقتدیوں پر فضیلت ہے کیونکہ وہ ان کو بار بار متوجہ کرتا ہے کہ تم سب سے بڑے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو۔ ہوشیار ہو کر کھڑے رہنا۔

**نواں طریق** یہ ہے کہ نماز کے ادا کرنے کو ایک ہی حالت میں نہیں رکھا گیا بلکہ مختلف طور پر رکھا ہے۔ اگر کوئی نماز پڑھتے ہوئے غافل ہو جائے یا دوسرے خیالات میں محو

ہو جائے تو اس کا رکوع کرنا اور سجدہ میں جانا اس کو نماز کی طرف متوجہ کر دیتا ہے گو کوئی عادت کے طور پر ہی رکوع کرے یا سجدہ میں جائے تاہم حرکت ایک ایسی چیز ہے کہ غافل کو ہوشیار کر دیتی ہے۔ دوسرے مذاہب کی عبادتوں میں یہ بات نہیں ہے۔ یہ فضیلت صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔

**دسواں طریق** فرائض سے پہلے اور بعد میں سنن کا پڑھنا ہے۔ نیچر کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی کام ہونے والا ہو تو اس کا کچھ اثر اس کے ظاہر ہونے سے پہلے اور کچھ بعد میں رونما ہو جاتا ہے۔ مثلاً جس وقت سورج چڑھنے لگے۔ تو گو وہ ابھی نکلا ہؤا نہ ہو تو بھی روشنی پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے ڈوبنے کے بعد بھی کچھ عرصہ روشنی رہتی ہے۔ لیکن جو کام خواہشات کے مطابق ہو یا اس میں کوئی لذت حاصل ہوئی ہو یا اس کے نہ ہونے میں نقصان کا اندیشہ ہو وہ دوسرے کام کے مقابلہ میں کم اثر رکھتا ہے اور اس پر غالب آجاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کوئی ایسا کام کر رہا ہو کہ جس میں اس کو کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا اور اس کام کے بعد اس نے کوئی ایسا کام کرنا ہے جس میں اسے خاص فائدہ کی امید ہے یا اس کے نہ ہونے پر کسی نقصان کا خطرہ ہے یا وہ کام اس کی خواہشات کے مطابق ہے تو جس کام میں یہ مشغول ہے اس کے کرتے وقت بھی دوسرے کام کے خیالات ہی غالب رہیں گے اور اسی کی طرف اس کی توجہ رہے گی۔ مثلاً ایک ملازم دفتر کا کام کر رہا ہو تو اگر دفتر سے فراغت کے بعد اسے کوئی اہم کام جو اس کا ذاتی ہے کرنا ہے تو دفتر کے وقت کے ختم ہونے سے ایک دو گھنٹہ پہلے ہی اس کے خیالات اس طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اور اگر دفتر کے کام میں کوئی اہم کام اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے کا باعث ہؤا ہے تو دفتر سے فارغ ہو کر بھی راستہ میں اور پھر کچھ عرصہ تک گھر میں بھی اسی کی طرف اس کا خیال متوجہ رہے گا اور کچھ دیر کے بعد اس کے خیالات ان امور کی طرف متوجہ ہوں گے جن میں یہ اب مشغول ہے۔ اسی حکمت کی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے فرائض سے پہلے اور بعد سنتیں مقرر فرما دی ہیں تاکہ اگر نماز پڑھنے سے پہلے کوئی خیالات ہوں تو وہ فرائض کو ناقص نہ کریں بلکہ سنتوں کی ادائیگی میں ان کو دبا کر انسان مطمئن ہو جاوے اور پھر فرائض کی طرف پوری طرح توجہ کر سکے۔ اسی طرح فرائض کے بعد بھی سنتیں مقرر کر دیں تاکہ اگر نماز کے بعد کوئی ضروری کام ہو تو فرائض کے خاتمہ سے پہلے اس کے خیالات دل میں آکر نماز کو خراب نہ کریں۔ بلکہ انسان اطمینان کے ساتھ نماز ادا

کرلے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے اسے خیالات عموماً اسی وقت ہی آکر ستاتے ہیں جبکہ پہلا کام ختم ہونے کو ہو اور دوسرے کے شروع کرنے کا ارادہ ہو جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں ابھی فارغ نہیں ہؤا بلکہ ابھی سنتیں پڑھنی ہیں تو پھر اس کے خیالات دبے رہتے ہیں اور سنتوں کے مقرر کرنے کی حکمتوں میں سے یہ ایک بہت بڑی حکمت ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے اوقات کے اختلاف کی مناسبت سے سنتیں بھی مقرر کی ہیں۔ ظہر کی نماز کا وقت چونکہ دوسرے کاموں میں بڑی مصروفیت کا وقت ہوتا ہے اس لئے چار یا دو سنتیں پہلے اور دو یا چار بعد میں رکھ دیں۔ گویا فرضوں کی حفاظت کے لئے یہ دو سپاہی مقرر کر دیئے کہ ان میں جو خیالات آنا چاہیں انہیں روک دیں۔ عصر کی نماز سے پہلے سنتیں نہیں رکھیں ہاں نفل رکھے ہیں۔ کوئی چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عصر کے وقت ایک لحاظ سے انسان دوسرے کاموں سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دوسرے چونکہ سب کام ختم کرنے کا وقت ہوتا ہے اس لئے اس وقت تھوڑی نماز رکھی ہے۔ مگر عصر کے بعد سے مغرب تک ذکر رکھ دیا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں مغرب کی نماز سے پہلے سنتیں اس لئے نہیں رکھیں کہ وقت بہت تنگ ہوتا ہے ہاں بعد میں دو سنتیں رکھ دی ہیں۔ کیونکہ نماز مغرب کے بعد عام طور پر کھانا کھایا جاتا ہے اور اسی قسم کے کام ہوتے ہیں۔ یہ سنتیں ان مشاغل کے خیالات سے فرائض کی حفاظت کرتی ہیں۔ عشاء کی نماز سے پہلے سنن نہیں رکھیں کیونکہ اس نماز سے پہلے جو کام عام طور پر انسان کرتا ہے وہ ایسے نہیں ہوتے کہ ان کا اثر بعد میں بھی قائم رہے۔ مگر نوافل رکھ دیئے کہ اگر کوئی چاہے اور ضرورت ہو تو پڑھ لے مگر عشاء کے بعد چونکہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور سارے دن کے کام کے بعد طبیعت آرام کی طرف متوجہ ہوتی ہے اس لئے بعد میں دو سنتیں اور تین وتر مقرر کر دیئے ہیں جن میں سے وتر پچھلے وقت میں بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔

صبح کی نماز سے پہلے دو سنتیں رکھی گئی ہیں کیونکہ نیند سے اٹھنے کی وجہ سے نماز میں غفلت نہ ہو۔ وہ سنتیں غفلت اور نیند کے خیالات کو روک دیتی ہیں۔ بعد میں سنتیں نہیں رکھیں کیونکہ بعد میں سورج نکلنے تک کے عرصہ میں کوئی خاص کام نہیں ہو سکتا ہاں ذکر رکھ دیا۔ یہ تو وہ ہیں جو شریعت نے نماز میں توجہ قائم رکھنے کے لئے نماز کے ساتھ وابستہ کر دیئے ہیں۔ لیکن ان سے فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب انسان ان کو سمجھنے کی کوشش بھی کرے۔ اسی لئے میں نے ان کو بیان کیا ہے تاکہ آپ لوگ اس سے واقف ہوں اور فائدہ اٹھائیں اور انشاءاللہ تعالیٰ

جو لوگ ان حکمتوں کو یاد رکھ کر ان کو عمل میں لائیں گے وہ ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ ہاں یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ انسان کے جسم کے جس طرح جوڑ ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیام رکوع سجود وغیرہ میں جو الفاظ کہے جاتے ہیں وہ نماز کے جوڑ ہیں۔ ان جوڑوں پر جو کلمات کہے جاتے ہیں ان کی طرف خاص توجہ رکھنی چاہئے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو نماز بہت مضبوط ہو جائے گی ورنہ گر جائے گی۔

اب میں وہ طریق نماز میں توجہ قائم رکھنے کے بتاتا ہوں جو نماز کی شرائط میں داخل نہیں ہیں اور نہ انہیں شریعت نے نماز کا جزو مقرر کیا ہے مگر کوئی ان طریق پر عمل کرے تو نماز میں توجہ قائم رہ سکتی ہے۔

**گیارھواں طریق** اگر نماز پڑھتے ہوئے توجہ قائم نہ رہے تو آہستہ آہستہ لفظوں کو ادا کرو۔ انسانی دماغ کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ جو چیز اس میں بار بار داخل کی جائے اس کو وہ فوراً سامنے لے آتا ہے۔ اور جو کبھی کبھی اس کے سامنے آئے۔ اس کو مشکل سے سامنے لا سکتا ہے۔ مثلاً زید کو اگر ہر روز دیکھا جائے تو اس کا خیال کرنے میں فوراً اس کی شکل سامنے آجائے گی۔ لیکن اگر کبھی کبھی دیکھا ہو تو اس کا نام سننے یا لینے کے کچھ دیر بعد اس کی شکل ذہن میں آئے گی اور وہ بھی پوری طرح صاف نہ ہوگی۔ پھر دیکھو جو زبان بچپن میں سیکھی جائے اس زبان میں کوئی عبارت اگر انسان بولے یا سنے تو اس کے الفاظ کے ساتھ ہی معانی اس کے ذہن میں آجاتے ہیں۔ مثلاً اگر پانی کا لفظ ذہن میں آئے تو بلا کسی وقفہ کے پانی کی حقیقت بھی اس کے ذہن میں آجائے گی۔ یا اگر روٹی کا لفظ وہ کسی سے سنے تو بلا کسی دیر کے روٹی کے معنی اس کے ذہن میں حاضر ہو جائیں گے۔ مگر غیر زبان میں جس پر پوری طرح اختیار حاصل نہ ہو یہ بات نہیں ہوتی بلکہ الفاظ کے سننے کے بہت دیر بعد اس کے مطالب ذہن میں آتے ہیں۔ مثلاً انگریزی پڑھنے والے بچے، جب تک وہ انگریزی کے پورے ماہر نہیں ہو جاتے جب وہ CAT اپنی کتاب میں پڑھیں گے تو اس لفظ کی حقیقت ان کے ذہن میں دیر بعد آوے گی۔ مگر بلی کہنے سے فوراً اس جانور کی تصویر ان کے ذہن میں آجاوے گی۔

اسی وجہ سے چونکہ سوائے عربی بولنے والے لوگوں کے عام طور پر مسلمان عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں۔ نماز میں بہت سے لوگوں کی توجہ قائم نہیں رہتی کیونکہ توجہ تب قائم رہ سکتی ہے جبکہ مطالب بھی ذہن میں مستحضر ہوں۔ مگر بوجہ عربی سے ناواقفیت کے جس وقت وہ

عربی عبارتیں پڑھ رہے ہوتے ہیں ساتھ ساتھ ان کے معنی ان کے ذہن میں نہیں آتے بلکہ معنی اور لفظ آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جب ایک شخص اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کہتا ہے تو اس کے ذہن میں اس جملہ کے معنی نہیں بلکہ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یا مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کے معنی آ رہے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے پوری طرح توجہ قائم نہیں رہ سکتی اور نہ پوری طرح نماز کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو جو عربی سے اچھی طرح واقفیت نہیں رکھتے اور اس پر ان کو اس قدر قدرت نہیں کہ مادری زبان کی طرح اس کے الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی بھی ذہن میں مستحضر ہو جاویں ان کو چاہئے کہ جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو جب تک اس فقرہ کے معنی جو وہ پڑھ رہے ہیں ذہن میں نہ آجاویں آگے نہ چلیں۔ مثلاً وہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ جب پڑھیں تو جب تک اس کے معنی اچھی طرح ذہن میں نہ آجاویں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ نہ کہیں۔ اور جب تک اس آیت کے معنی ذہن میں نہ آجاویں اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہ کہیں اور اسی طرح سب آیات کے متعلق کریں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کریں گے تو الفاظ کوئی اور ان کی زبان پر جاری ہوں گے اور معنی ذہن میں کوئی اور آتے ہوں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خیالات میں انتشار پیدا ہوگا اور انتشار ہوگا تو توجہ نہ پیدا ہو سکے گی۔ جو لوگ عربی زبان جانتے ہیں وہ بھی اگر جلدی جلدی پڑھتے جائیں تو گو معانی ان کے ذہن میں فوراً آجاویں مگر دل میں جذب ہونے کا ان کو موقعہ نہ ملے گا اس لئے ان کو بھی چاہئے کہ قرآن آہستہ آہستہ پڑھیں اور وقفہ دے دے کر آگے بڑھیں۔

یہ بات قرآن میں ہی ضروری نہیں بلکہ وعظ و نصیحت میں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ایک دفعہ ابو ہریرہؓ جلدی جلدی اور زور زور سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا یہ کون ہے اور کیا کر رہا ہے۔ انہوں نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ میں آنحضرت ﷺ کی احادیث سنا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کلام کیا کرتے تھے یہ سن کر وہ خاموش ہوگئے۔ غرض رسول کریم ﷺ کی یہ سنت ہے کہ آپ نہ صرف قراءت میں بلکہ عام وعظ و نصیحت میں بھی آہستگی سے کام لیتے تھے۔ پس توجہ قائم رکھنے کے لئے آپ لوگ بھی اس حکم اور سنت پر عمل کریں اس طرح توجہ بڑی عمدگی سے قائم رہے گی۔ کیونکہ یہ گڑبڑ نہ رہے گی کہ زبان پر کچھ اور رہے اور دل میں کچھ اور۔

**بارھواں طریق** وہ ہے جو رسول کریم ﷺ نے بتایا ہے مگر اس میں اکثر لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔ وہ طریق یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اپنی نظر سجدہ کرنے کی جگہ کی طرف رکھے۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کھڑے ہو کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہماری توجہ قائم رہے گی حالانکہ توجہ آنکھیں کھلی رکھنے سے قائم رہ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کھڑے ہونے کے وقت سجدہ کرنے کی جگہ پر نظر ہونی چاہئے۔ حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ اپنی کتاب عوارف المعارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ رکوع میں دونوں پاؤں کے درمیان نظر رکھنی چاہئے[^1] اور میرے نزدیک یہ درست ہے۔ اس طرح کرنے سے نظر کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور خشوع بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ نظر کے محدود کرنے میں ایک بہت بڑی حکمت ہے اور وہ یہ کہ انسان کی پیدائش میں خدا تعالیٰ نے یہ بات ودیعت کی ہے کہ اگر اس کی ایک حس کام کر رہی ہوتی ہے تو باقی حسیں بے حس ہو جاتی ہیں۔ مثلاً جس وقت آنکھیں کمال مصروفیت میں ہوں اس وقت کان بے حس ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت آنکھیں پوری پوری طاقت کے ساتھ کسی چیز کے دیکھنے میں مشغول ہوں اس وقت اگر کوئی آواز دے تو وہ سنائی نہیں دے گی اور جب کان پورے طور پر کسی آواز کے سننے میں مصروف ہوں تو ناک کی سونگھنے کی قوت معطل ہو جائے گی۔ اور جب ناک پوری طاقت کے ساتھ کسی خوشبو کے سونگھنے میں لگا ہؤا ہو گا تو کان اور آنکھیں اپنا کام کرنے سے معطل ہو جائیں گی۔ تو جب ایک حس کام میں لگ جاتی ہے اور اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو دوسری حسیں کام نہیں کرتیں۔ لیکن جب ساری حسیں بے کار ہوں اور کوئی بھی اپنے کام میں مشغول نہ ہو تو یہ نقص پیدا ہو جاتا ہے کہ مختلف خیالات جوش میں آجاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ کہ جب ایک حس کام کر رہی ہو تو دوسری حسوں سے تعلق رکھنے والے خیالات نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حس دوسرے خیالات کے آنے کو روک دیتی ہے۔ پس نماز پڑھتے وقت جب آنکھیں اپنا کام کر رہی ہوں گی اور دیکھنے میں مشغول ہوں گی تو متفرق خیالات ذہن میں نہیں آئیں گے۔ یہ امر آج ایک طبعی تجربہ کے بعد معلوم ہؤا ہے لیکن دیکھو اس طبعی حکمت کو مدنظر رکھ کر آج سے تیرہ سو سال پہلے رسول کریم ﷺ نے نماز پڑھتے وقت آنکھیں کھلی رکھنے کا ارشاد فرمایا ہؤا ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی مدنظر رکھا ہے کہ وہ کونسی حس ہے جو کام میں لگ جائے تو متفرق

[^1]: عوارف المعارف الباب السابع و الثلاثون فی وصف صلاۃ اھل القرب جلد ۲ صفحہ ۱۵

خیالات سے انسان بچ جائے گا۔ اگر ناک کی حس سے کام لیا جاتا تو اس کے لئے ضروری ہوتا کہ اول خوشبو کا انتظام کیا جاتا پھر ناک کی حس قید نہیں رکھی جاسکتی۔ متفرق لوگ جو نماز میں شامل ہوتے یا پاس سے گذرتے اگر کئی خوشبوئیں استعمال کرنے والے ہوتے تو توجہ بجائے قائم رہنے کے مختلف خوشبوؤں کی وجہ سے ایک طرف سے دوسری طرف پھرتی رہتی۔ ناک کی طرح کان کی حس بھی قید نہیں رکھی جاسکتی یعنی یہ بات انسان کے اختیار میں نہیں کہ جس بات کو چاہے سنے جس بات کے سننے سے چاہے انکار کردے۔ بلکہ جس قدر آوازیں ایک وقت میں بلند ہوں سب کو سننے کے لئے انسان مجبور ہوتا ہے۔ بلکہ کئی آوازیں اگر یک لخت بلند ہو جاویں تو آدمی کوئی بھی بات نہیں سن سکتا۔ پس اگر کانوں کو کام کرنے دیا جائے تو وہ یا تو سب آوازوں کو سنیں گے یا بالکل کچھ بھی نہ سنیں گے۔ مگر برخلاف ان حسوں کے آنکھیں انسان کے اختیار میں ہوتی ہیں ان کو یہ ایک جگہ پر رکھ سکتا ہے۔ اور جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے اس سے بلا تکلف نظر ہٹا سکتا ہے اور جس چیز کو دیکھنا چاہئے اس پر بلا تکلف نظر کو قائم رکھ سکتا ہے۔ پس رسول کریم ﷺ نے خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت نماز میں توجہ قائم رکھنے کے لئے اسی حس کو چنا اور حکم دیا کہ نماز میں اپنی نظر کو سجدہ کی طرف رکھا کرو۔ مگر ساتھ ہی حکم دیا کہ سجدہ کے مقام پر کوئی خوبصورت چیز نہ ہو بلکہ نظارہ میں اتحاد ہو۔ یعنی ایک ہی قسم کا ہو۔ جب ایک مسلمان اپنی نظر کو سجدہ کے مقام کی طرف رکھے گا۔ تو اول تو سجدہ کا خیال اس کے دل پر غالب آکر اس کو عبادت کے خیال میں مشغول رکھے گا۔ دوم اس طرح اس کی دوسری حسیں جن کا قاعدہ ہے کہ یا تو بالکل بند کی جاویں یا بالکل آزاد رہیں بند ہو جائیں گی۔ تیسرے یہ فائدہ ہوگا کہ چونکہ خیالات کو تحریک دلانے والے بیرونی امور ہی ہوتے ہیں۔ اور بیرونی امور کی اطلاع انسان حسوں کے ذریعہ سے پاتا ہے مگر آنکھیں چونکہ کام میں لگادی گئی ہیں اس لئے دوسری حسیں ایک حد تک باطل ہو جاویں گی اور آنکھوں کے سامنے چونکہ کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جو نماز کے علاوہ کوئی اور خیال پیدا کرسکے اس لئے نمازی کی توجہ نماز ہی کی طرف قائم رہے گی۔ رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ باتصویر پردہ آپ کی نماز کی جگہ کے سامنے لٹکایا گیا تو آپ نے اسے ہٹوا دیا کہ اس سے توجہ قائم نہیں رہتی۔[۵] یہ حکم آپ نے اپنی امت کے فائدہ کے لئے دیا۔

---

۵ بخاری کتاب الصلوٰۃ۔ باب ان صلی فی ثوب مصلّب او تصاویر ھل تفسد صلوٰتہٗ وما ینھی من ذلک

**تیرہواں طریق** جس طرح میں نے بتایا ہے کہ جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اس کی نیت اور قصد کر کے کھڑا ہو۔ اسی طرح اسے یہ بھی چاہئے کہ وہ ارادہ کرے کہ میں نماز میں کسی خیال کو نہیں آنے دوں گا۔ یوں تو ہر ایک جانتا ہے کہ خیال کو نہیں آنے دینا چاہئے لیکن پرانی بات بھول جایا کرتی ہے اس لئے جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو اس وقت یاد کرلے کہ میں کسی اور خیال کو نماز میں نہیں آنے دوں گا۔

**چودہواں طریق** جب مؤمن امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو۔ تو امام کی قراءت اسے جگاتی اور ہوشیار کرتی رہتی ہے۔ گویا امام اس کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے۔ (اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی کس قدر ضرورت ہے) لیکن جس وقت اکیلا نماز پڑھنے لگے تو اس اعلیٰ درجہ کی بات پر عمل کرے جس پر رسول کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور صوفیائے عظامؒ کرتے تھے۔ اور وہ یہ کہ بعض آیتیں خاص طور پر خشیت اللہ پیدا کرنے والی ہوتی ہیں ان کو بار بار دہرائے۔ مثلاً سورۃ فاتحہ پڑھتے وقت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بار بار کہے۔ حتّٰی کہ اگر اس کا نفس ادھر ادھر کے خیالات میں لگا ہو تو نفس کو شرم آجائے کہ منہ سے تو میں اللہ تعالیٰ کی غلامی اور بندگی کا دعویٰ کر رہا ہوں اور عملاً ادھر ادھر بھاگتا پھرتا ہوں۔

**پندرہواں طریق** یہ طریق میں ایسے لوگوں کے لئے بتاتا ہوں جن کی نیت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ جس طرح ایک بچہ کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دودھ دینے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ زیادہ دیر تک بھوک برداشت نہیں کر سکتا اور اکٹھی غذا ہضم نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بعض لوگوں کو جلدی جلدی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کریں کہ جب کھڑے ہوں تو یہ نیت کرلیں کہ رکوع تک کوئی خیال نہیں آنے دیں گے اور جب رکوع میں جائیں تو کہیں کہ کھڑے ہونے تک کوئی خیال نہ آنے دیں گے۔ اسی طرح ہر حالت کے وقت نئی نیت کرلیا کریں۔ اس سے ان کو ایک ایسی طاقت حاصل ہو جائے گی جس سے ان کے پراگندہ خیالات دور ہو جائیں گے۔

**سولہواں طریق** اگر انسان خیالات کے آگے گر جائے تو پھر وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ لیکن اگر مقابلہ کرے اور کہے کہ ہرگز نہیں آنے دوں گا تو وہ رک جاتے ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ خیالات کا خوب مقابلہ کیا جائے اور جب کوئی خیال آنے لگے تو فوراً

اس کو روک دیا جائے۔ مثلاً کسی کو خیال آنے لگے کہ میرا بچہ بیمار پڑا ہے اب اس کی کیا حالت ہوگی تو فوراً یہ کہہ کر روک دے کہ اگر میں یہ خیال دل میں لاؤں گا تو بچہ اچھا نہیں ہو جائے گا اور اگر نہیں لاؤں گا تو زیادہ بیمار نہیں ہو جائے گا اس لئے میں یہ لاتا ہی نہیں۔ اسی طرح ہر ایک بات کے متعلق کرے حتّٰی کہ ایسے خیالات پر قابو حاصل ہو جاوے۔

**سترہواں طریق** جب گھر میں نوافل پڑھے جائیں تو اس قدر اونچی آواز سے قراءت پڑھنی چاہئے کہ آواز کانوں تک پہنچتی رہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کان چونکہ کسی چیز سے تو بند نہیں کئے جاتے اس لئے کچھ نہ کچھ کام کرتے ہیں۔ جب آواز سے بھی خدا تعالیٰ کا ذکر ہو جاتا ہے تو پھر توجہ زیادہ قائم ہو جاتی ہے کیونکہ کان بھی ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اس طریق پر زیادہ تر رات کی نماز میں عمل کرنا چاہئے کیونکہ دن کے وقت جوّ میں ایک شور برپا ہوتا ہے اور کانوں سے اگر کام لیا جائے تو بجائے فائدہ کے بعض دفعہ توجہ بٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

**اٹھارہواں طریق** یہ طریق اس حکمت کے ماتحت ہے کہ نیا خیال ہمیشہ نئی حرکت سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ حرکتیں جو نماز میں کی جاتی ہیں —— ان میں یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کی جائے اس لئے ان سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔ مگر اور حرکات کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اور طرف توجہ چلی جاتی ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ضروری حرکت کے سوا نماز پڑھنے کی حالت میں کوئی حرکت نہیں کرنی چاہئے۔ واقعہ میں غیر ضروری حرکت کرنے سے خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کسی نے یونہی کوٹ کو ہاتھ لگا دیا۔ ہاتھ لگاتے وقت اسے خیال آیا کہ یہ کوٹ تو پرانا ہو گیا ہے نیا بنوانا چاہئے۔ اس پر خیال آیا کہ کوٹ کے لئے روپیہ کہاں سے آئے تنخواہ تو بہت تھوڑی ہے پھر یہ کہ تنخواہ ملے ہوئے بھی دیر ہو گئی ہے۔ پھر اگر افسر کی غلطی سے تنخواہ میں دیر ہوئی ہوگی تو افسر کو برا بھلا کہے گا اور ان خیالات میں ہی محو ہو جائے گا کہ اب میں اس کے ساتھ یوں کروں گا پھر یوں کروں گا اسی طرح کرتے کرتے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کی آواز آجائے گی اور وہ بھی سلام پھیر دے گا۔ تو چونکہ نئی حرکت ایک نیا خیال پیدا کر دیتی ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز میں کوئی نئی حرکت نہیں کرنی چاہئے۔ اور یہاں تک فرمایا کہ اگر سجدہ کے مقام پر کنکر پڑے ہوں تو ان کو بھی نہیں ہٹانا چاہئے اور اگر بہت تکلیف ہو تو ایک دفعہ ہٹا دینا چاہئے۔ پس نماز پڑھتے

ہوئے اس قسم کی حرکات سے بکلی بچنا چاہئے۔

**انیسواں طریق** قیام اور رکوع اور سجدہ کی حالت میں چستی کی شکل رکھنی چاہئے۔ یعنی جب کھڑا ہو تو مضبوطی اور ہوشیاری سے کھڑا ہو۔ یہ نہیں کہ ایک ٹانگ پر بوجھ ڈال کر دوسری کو ڈھیلا چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ جب سستی اختیار کی جاتی ہے تو دشمن قبضہ پالیتا ہے۔ پھر ظاہری چستی کا اثر باطنی چستی پر بھی پڑتا ہے اسی لئے رسول کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تمام حرکات میں چست رہنا چاہئے۔

**بیسواں طریق** بعض صوفیاء نے اس میں اسراف سے کام لیا ہے۔ اگرچہ میں اسراف کو پسند نہیں کرتا لیکن مؤمن فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

جنید بغدادیؒ ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ شبلیؒ ان کے شاگرد تھے جو بہت اخلاص اور خشیت اللہ رکھتے تھے۔ آپ ایک صوبہ کے گورنر تھے ایک دفعہ بادشاہ کے دربار میں جو آئے تو ایک بڑے سردار کو جس نے کوئی بہت بڑی خدمت کی تھی ان کے سامنے انعام کے طور پر خلعت دیا گیا اس سردار کو کچھ ریزش تھی اس لئے اس کے ناک سے پانی بہہ گیا۔ رومال لانا بھول گیا تھا۔ بادشاہ سے نظر بچا کر اسی خلعت سے اس نے ناک پونچھ لی۔ بادشاہ نے دیکھ لیا اور سخت غصے ہو کر کہا ہماری خلعت کی یہی قدر کی ہے۔ شبلیؒ کے دل میں چونکہ خشیتِ الٰہی تھی اس لئے ان کے قلب پر اس واقعہ کا ایسا اثر ہُوا کہ بیہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو کہا کہ میں گورنری سے استعفیٰ دیتا ہوں۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ آپ نے اس سردار کو خلعت دی تھی جس کی اس نے بے قدری کی تو آپ اس پر اس قدر ناراض ہوئے ہیں۔ لیکن خدا نے جو مجھے بے شمار نعمتیں دی ہیں اگر میں ان کی ناقدری کروں گا اور ان کا شکریہ ادا نہ کروں گا تو مجھے کس قدر سزا ملے گی۔ اس کے بعد آپ جنیدؒ کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے اپنا شاگرد بنا لیجئے۔ انہوں نے کہا میں تجھے شاگرد نہیں بناتا تو گورنر رہا ہے۔ اور اس حالت میں تُو نے مخلوق خدا پر کئی قسم کے ظلم کئے ہوں گے۔ انہوں نے کہا اس کا کوئی علاج بھی ہے۔ جنیدؒ نے کہا کہ جس علاقہ کے تم گورنر رہے ہو اس میں جاؤ اور ہر گھر میں جا کر کہو کہ اگر مجھ سے کسی پر کوئی ظلم ہُوا ہے تو وہ بدلہ لے لے۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح کیا۔

آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ جب نفل پڑھتے اور جسم میں کسی قسم کی سستی پاتے یا دل میں ایسے خیالات آتے جو ان کو دوسری طرف متوجہ کرنا چاہتے تو سوٹی لے کر اپنے جسم کو پیٹنا

شروع کر دیتے حتّٰی کہ سوٹی ٹوٹ جاتی اور پھر پڑھنا شروع کرتے ابتداء میں تو لکڑیوں کا گٹھا اپنے پاس رکھتے تھے۔ یہ غلو تھا اور میرے خیال میں اسلام اس کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن یہ ان کے اپنے نفس کے متعلق معاملہ ہے اس لئے میں ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں کرتا۔ ہاں میرے نزدیک نفس کو سزا دینے کا یہ طریق ہے کہ اگر کسی رکعت میں کوئی خیال پیدا ہو تو دیکھنا چاہئے کہ کس عبارت کے پڑھتے وقت وہ خیال پیدا ہوا ہے۔ جب یہ معلوم ہو جائے تو اسی جگہ سے پھر پڑھنا شروع کر دینا چاہئے۔ اس طرح کرنے سے جب نفس یہ دیکھ لے گا کہ یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف ہی جھک رہا ہے اور میری نہیں مانتا تو انتشار پیدا کرنے سے رک جائے گا اور سکون حاصل ہو جائے گا۔

## اکیسواں طریق

یہ طریق ایک لحاظ سے بہت بڑا اور بہت زیادہ کام میں آنے والا ہے اور وہ یہ کہ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون : ۴) مؤمن کوئی لغو کام نہیں کیا کرتے۔ جن لوگوں کو لغو خیالات کی عادت ہوتی ہے انہیں کے دلوں میں نماز پڑھتے وقت دوسرے خیالات آتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس طرح کریں کہ شروع دن سے ہی اس قسم کے خیالات نہ آنے دیں۔ تو ان کو انتشار کی حالت پیدا ہی نہیں ہوگی۔ لیکن اکثر لوگ شیخ چلی کی طرح خیالات میں پڑے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے خیالات جو محض قیاسی اور ظنی ہوں ان میں مشغول ہونے کے لئے نفس کو ہرگز اجازت نہیں دینی چاہئے۔ ہاں مفید اور فائدہ رساں باتوں کے متعلق سوچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خصوصاً ان امور پر سوچنا جو پہلے ہو چکے ہوں اور ان پر اب سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا فکر کرنا تو حد درجہ کی جہالت ہے۔

یہ ایک ظاہر بات ہے کہ انسانی طاقتوں کو جس طرف لگایا جاوے وہ ادھر ہی متوجہ ہو جاتی ہیں۔ پس جب کوئی شخص نامعقول خیالات میں دماغ کو لگاتا ہے تو پھر وہ معقول باتوں کی طرف توجہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ پس لغو خیالات سے دماغ کو روک کر اعلیٰ اور مفید خیالات پر لگانا چاہئے۔ جب یہ کوشش کی جائے گی ہمیشہ مفید امور پر غور کرنے کی طرف طبیعت متوجہ ہوگی۔ اور ایک امر میں مشغول ہونے کی حالت میں دوسری طرف خیالات کو لگا دینا مفید نہیں، لغو ہے۔ الا ماشاء اللہ پس ایسے شخص کا دماغ جس نے اسے مفید باتوں پر غور کرنے کی عادت ڈالی ہے نماز کے وقت ادھر ادھر جائے گا ہی نہیں۔

**بائیسواں طریق** یہ بھی ایک عظیم الشان طریق ہے اور روحانیت کے اعلیٰ کمال پر پہنچا دیتا ہے۔ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ احسان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ وَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ (بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل النبیؐ عن الایمان والاسلام والاحسان و علم الساعة) خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی جائے کہ گویا بندہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ خیال ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ پس جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو یہی نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے جماؤ کہ گویا خدا تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو اور وہ تمہیں سامنے دکھائی دے رہا ہے۔ کسی شکل میں نہیں بلکہ اپنے جلال اور عظمت کے ساتھ۔ اس طرح خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت دل میں بیٹھ جاتی ہے اور نفس سمجھ لیتا ہے کہ ایسے وقت میں اسے کوئی لغو حرکت نہیں کرنی چاہئے۔ پھر اگر خدا کو نہ دیکھ سکو تو کم از کم اتنا تو یقین ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے دل کے تمام خیالات کو پڑھ رہا ہے۔ انسان دیکھے کہ اس وقت جب کہ میں زبان سے الحمد للہ کہہ رہا ہوں میرا دل بھی الحمد للہ کہہ رہا ہے یا کسی اور خیال میں مشغول ہے۔ اور اگر دل کسی طرف متوجہ ہے تو اس کو ملامت کرے اور اپنی زبان کے ساتھ شامل کرلے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ بندہ جو دو رکعت بھی ایسی پڑھتا ہے کہ ان میں اپنے نفس سے کلام نہیں کرتا اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اب غور کرو کہ وہ انسان جس کو ہمیشہ ہی یہ حالت میسر ہو وہ کس قدر فضیلت حاصل کرلے گا۔ پس نماز میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ قائم رکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ پھر یہ طریق جو محض خدا تعالیٰ کے احسان اور فضل سے میں نے آپ لوگوں کو بتائے ہیں ان کو معمولی نہ سمجھنا چاہئے بلکہ ان کو پورے طور پر عمل میں لاؤ اور یاد رکھو کہ اگر عمل میں لاؤ گے تو بہت برکت پاؤ گے۔

نماز کے خاتمہ پر جو السلام علیکم کہا جاتا ہے اس میں بھی عجیب اشارہ ہے۔ اور اس میں توجہ کے قائم رکھنے کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے۔ دیکھو السلام علیکم اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ کوئی شخص کہیں سے آتا ہے۔ نماز ختم کرنے کے وقت جب ایک مؤمن السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے حضور اپنی عبودیت کا اظہار کرنے کے لئے گیا تھا اب وہاں سے واپس آیا ہوں اور تمہارے لئے سلامتی اور رحمت لایا ہوں۔ مگر چونکہ وہ شخص تمام وقت وہیں موجود ہوتا ہے اس لئے اس کا یہی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ اس کی روح

اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر گری ہوئی تھی اور وہ عبادت میں ایسا مشغول تھا کہ گویا اس دنیا سے غائب تھا۔ غرض السلام علیکم کا کہنا نماز کے خاتمہ پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مؤمن کو چاہئے کہ ہوشیار ہو کر اپنی نماز کی حفاظت کرے کیونکہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ وَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ (الانعام: ۹۳) مؤمنوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی خوب حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی شیطان ان کی نمازوں کو خراب کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس کے حملوں سے اسے اچھی طرح بچاتے ہیں۔ پس ہر ایک کو چاہئے کہ اپنی نماز کی حفاظت کرے اور جب نماز پڑھنے کھڑا ہو تو یہ سمجھے کہ خدا کے حضور چلا گیا ہوں۔ اور جب نماز ختم کرے تو اپنے دائیں اور بائیں لوگوں کو بشارت دے کہ میں تمہارے لئے سلامتی لایا ہوں۔ لیکن اگر کوئی شخص خدا کے حضور نہیں جاتا بلکہ اپنے خیالات میں ہی مشغول رہتا ہے تو اسے سوچنا چاہئے کہ جب وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے تو کس قدر جھوٹ بولتا ہے۔ وہ لوگوں کو بتانا چاہتا ہے کہ میں خدا کے حضور سے آرہا ہوں حالانکہ وہ وہاں گیا ہی نہیں تھا۔ پس آپ لوگوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ پوری طرح اپنی نماز کی حفاظت کریں اور شیطان سے خوب مقابلہ کرتے رہیں جو آپ کو خدا کے حضور سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یاد رکھیں کہ اگر آپ ساری نماز میں بھی اس سے مقابلہ کرتے رہیں گے اور اس کے آگے گریں گے نہیں تو خدا تعالیٰ آپ کو اپنے دربار میں ہی سمجھے گا۔ لیکن اگر گر جائیں گے تو خدا تعالیٰ بھی آپ کا ہاتھ چھوڑ دے گا۔ اس لئے آپ کو مقابلہ ضرور کرتے رہنا چاہئے۔ اگر اس طرح کریں گے تو آخر کار آپ ہی کامیاب ہوں گے۔

**ذکر جہری**

اس وقت تک میں نے تین قسم کے ذکروں کا بیان کیا ہے۔ اول نماز۔ دوم قرآن کریم۔ سوم وہ اذکار جو نماز کے علاوہ کئے جاتے ہیں لیکن علیحدگی میں کئے جاتے ہیں۔ اب ایک قسم کا ذکر باقی رہ گیا ہے اور وہ ذکر ہے جو مجالس میں کیا جاتا ہے۔ اس ذکر کے بھی دو طریق ہیں۔

**اول یہ طریق**

کہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ جہاں ملنے کا موقعہ ملے وہاں بجائے لغو اور بیہودہ باتوں کے خدا تعالیٰ کی طاقتوں، اس کے جلال اور اس کے احسانات کا ذکر کیا جاوے، اس کی آیات کا بیان ہو اس سے دل صاف ہوتا ہے اور قلب پر نہایت نیک اثر پڑتا ہے۔ رسول کریم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو

دیکھا کہ مسجد میں کچھ لوگ نماز میں مشغول ہیں اور کچھ ایک حلقہ کئے بیٹھے ہیں اور دین کی باتیں کر رہے ہیں۔ رسول کریم ﷺ ان لوگوں میں بیٹھ گئے جو حلقہ کئے بیٹھے تھے اور فرمایا کہ یہ کام اس سے افضل ہے جو دوسرے لوگ کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر جہری بعض اوقات ذکر سِرّی پر فضیلت رکھتا ہے۔ بعض اوقات میں نے اس لئے کہا ہے کہ وہ بھی اپنے وقت پر ضروری ہوتا ہے۔ ہاں جس وقت لوگ جمع ہوں اس وقت ذکر جہری مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ دوسرے لوگوں کے تجربات سن کر اور اپنے ان کو سنا کر استفادہ اور افادہ کا زیادہ موقعہ ملتا ہے اور ایسے وقت میں علیحدہ ذکر کرنا بعض دفعہ باعث ریاء بھی ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کا درس بھی اسی قسم کے اذکار میں داخل ہے اور اپنے ہم مذہبوں میں دین کے متعلق خطب و وعظ بھی اسی میں شامل ہیں۔

**دوسری قسم**

اس ذکر کی یہ ہے کہ جو مخالفوں کی مجالس میں کیا جاتا ہے۔ اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب اللہ تعالیٰ کی صفات میں کچھ نہ کچھ کمی اور زیادتی کے مرتکب ہیں۔ پس ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کو اس کی اصلی شان اور شوکت میں ظاہر کرنا بھی ایک ذکر ہے۔ جیسے کہ سورہ مدثر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ (المدثر: ۲-۴) لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے علاوہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تکبیر ذکر میں داخل ہے۔ پس غیر مذاہب کے لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان کرنا اور ان کے اثبات پر دلائل دینا بھی ذکر الٰہی میں شامل ہیں۔ سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (الاعلیٰ: ۲) میں بھی اسی ذکر کی طرف اشارہ کیا ہے اور صاف الفاظ میں فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی (الاعلیٰ: ۱۰) کہہ کر اس کا نام صاف طور پر ذکر رکھا ہے۔

**ذکر کے فوائد**

اب میں ذکر کرنے کے کچھ فوائد بتاتا ہوں۔ سب سے بڑا فائدہ جو ذکر کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ نیک کام ہے اس لئے دوسرے کاموں کی طرح اس سے خدا راضی ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس سے خاص طور پر راضی ہوتا ہے کیونکہ جس قدر کوئی بڑا کام ہو اسی قدر اس کا بڑا انعام بھی دیا جاتا ہے۔ ذکر کے متعلق ایک جگہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کہ اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَمَسٰکِنَ طَیِّبَةً فِیْ

جَنّٰتِ عَدْنٍ ۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبہ: ۷۲) کہ سب سے بڑا انعام رضوان اللہ ہے۔ چونکہ اکبر کا انعام بھی اکبر ہی ہو سکتا ہے۔ اصغر نہیں۔ اس لئے ان دونوں اکبروں نے بتا دیا کہ رضوان اللہ کس کے بدلہ میں ملتی ہے۔ ذکر اللہ کے بدلہ میں اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دوسرے انعامات کو بیان فرما کر وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ سے بتلا دیا کہ رضوان کوئی اور نئی چیز ہے اور یہ سب سے اکبر ہے اور واقعہ میں بندہ کے لئے سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ اللہ اس پر راضی ہو جائے۔ اس بڑے انعام کو حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ذکر اللہ کرو گے تو یہ دوسرا اکبر جو رضوان اللہ ہے مل جائے گا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۹) قلوب کو ذکر سے طمانیت حاصل ہوتی ہے کیوں؟ اس لئے کہ گھبراہٹ اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان یہ سمجھے کہ میں اس مصیبت سے ہلاک ہونے لگا ہوں اور اگر اسے یہ یقین ہو کہ ہر ایک مصیبت اور تکلیف کا علاج ہے تو وہ نہیں گھبرائے گا۔ پس جب کوئی شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ غیر محدود طاقتیں رکھتا ہے اور ہر قسم کی تکلیفوں کو دور کر سکتا ہے تو اس کا دل کہتا ہے کہ جب میرا ایسا خدا ہے تو پھر مجھے کسی مصیبت سے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ خود اس کو دور کر دے گا اس طرح اس کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ذکر کرنے والے بندہ کو خدا تعالیٰ اپنا دوست بنالیتا ہے اور اسی دنیا میں اسے اپنی بارگاہ میں یاد کرتا ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرہ: ۱۵۳) اے میرے بندو! تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ خدا تعالیٰ کا یاد کرنا یہی ہے کہ اپنے حضور باریابی بخشتا ہے۔ جس طرح دنیا میں بادشاہ کا کسی کو یاد کرنا یہی ہوتا ہے کہ اس کو اپنے دربار میں بلاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ بھی کرتا ہے۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان کو بدیوں سے روکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (العنکبوت: ۴۶) رسول کریم ؐ کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجھ کو خدا نے جو کتاب دی ہے وہ لوگوں کو پڑھ کر سنا اور نماز کو قائم کر۔ نماز بدیوں اور برائیوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر کرنا بہت بڑا ہے اور جو کچھ

تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ جیسا کہ پہلے میں نے بتایا ہے نماز بھی ذکر اللہ ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ ذکر اللہ بدیوں اور برائیوں سے روکتا ہے۔کیوں؟ اس لئے کہ ذکر اللہ ایک بڑی بھاری چیز ہے اس کو جب شیطان کے سر پر مارا جائے گا تو وہ مرجائے گا اور برائیوں کی تحریک نہیں کرے گا۔

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ دل مضبوط ہوتا ہے مقابلہ کی طاقت پیدا ہوتی ہے انسان ہارتا نہیں بلکہ مقابلہ میں مضبوطی سے کھڑا رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (الانفال:۴۶) اے مسلمانو جب کسی طاقت کے مقابلہ میں جاؤ اور وہ زبردست ہو تو اس کے لئے یہ کیا کرو کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دیا کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے دشمن کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور تم اس پر فتح پالو گے۔

چھٹا فائدہ یہ ہے کہ ذکر کرنے والا انسان اپنے ہر مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ سچے دل سے ذکر کرتا ہو۔ اس کا ثبوت بھی اسی آیت سے نکلتا ہے۔ جو میں نے پانچویں فائدہ کے متعلق پڑھی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ساتواں فائدہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سات آدمیوں کے سر پر خدا کا سایہ ہوگا۔ (سنن الترمذی ابواب الزھد باب ما جاء فی الحب فی اللہ) اور ان میں سے ایک ذکر کرنے والا ہوگا۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا خطرناک دن ہوگا کہ تمام نبی ڈرتے ہوں گے اور خدا تعالیٰ اس دن ایسا غضبناک ہوگا جیسا کبھی نہیں ہؤا۔ کیونکہ تمام شریر لوگ اس کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ سورج بہت قریب ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں جس پر خدا تعالیٰ کا سایہ ہوگا سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کیسا خوش قسمت ہوگا۔

آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ ذکر کرنے والے کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں جو دعائیں آئی ہیں ان سے پہلے ذکر یعنی تسبیح اور تحمید بھی آئی ہے۔ پہلی دعا سورۃ فاتحہ ہی ہے۔ اس کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ٥ سے شروع کیا ہے۔ اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کو درمیان میں رکھا ہے۔ جو آدھی خدا تعالیٰ کے لئے اور آدھی بندہ کے لئے ہے۔ پھر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فرمایا یہ دعا ہے۔ تو پہلے خدا تعالیٰ نے ذکر رکھا ہے اور بعد میں دعا۔ دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی سوالی کسی کے پاس آتا ہے تو پہلے اس کی تعریف کرتا ہے اور پھر اپنا سوال پیش کرتا ہے۔ تو جب انسان خدا کے حضور جاتا ہے تو اسے پہلے خدا تعالیٰ کی قدرت اور اپنے عجز کا اقرار کرلینا چاہئے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے بھی اپنے متعلق اسی طرح دعا کی ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء:۸۸) پہلے خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کی ہے اور پھر اپنی حالت پیش کی ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں مَنْ شَغَلَهٗ ذِكْرِىْ عَنْ مَسْئَلَتِىْ اَعْطَيْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِى السَّائِلِيْنَ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی میرے ذکر میں لگا رہتا ہے اسے میں اس کی نسبت جو مانگتا رہتا ہے زیادہ دیتا ہوں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ دعا نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ جو ام القرآن ہے اس میں ذکر کے ساتھ دعا بھی ہے۔ اور قرآن کریم میں اور احادیث میں کثرت سے دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس شخص سے جو ذکر نہ کرے اور دعا ہی کرے اس کو زیادہ دیا جاتا ہے جو دعا کے علاوہ ذکر بھی کرے اور دعا کے وقت میں سے بچا کر ذکر کے لئے وقت خرچ کرے۔

نواں فائدہ یہ ہے کہ گناہ معاف ہوتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو تکبیر و تحمید و تسبیح کرتا ہے۔ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں گو مثل زبد البحر یعنی سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (ترمذی ابواب الدعوات باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشہ)

دسواں فائدہ یہ ہے کہ عقل تیز ہو جاتی ہے۔ اور ذاکر پر ایسے ایسے معارف اور نکات کھلتے ہیں کہ وہ خود بھی حیران ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ○ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (اٰل عمران:۱۹۱-۱۹۲) کہ زمین اور آسمان کی پیدائش اور دن اور رات کے اختلاف میں بہت سی نشانیاں ہیں مگر انہی لوگوں کے لئے جو عقل والے ہوں۔ پھر بتایا کہ عقل والے لوگ وہ ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول اور اس کے کاموں پر فکر کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

گیارہواں فائدہ یہ ہے کہ تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً (بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہٗ) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جب دل ہی دل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنے دل ہی دل میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ مثلاً جب انسان کہتا ہے سبحان اللہ یعنی پاک ہے تو اے اللہ تو خدا تعالیٰ بھی اس بندہ کی نسبت کہتا ہے کہ تجھے بھی پاکی حاصل ہو۔ اور جب خدا تعالیٰ یہ کہہ دیتا ہے تو حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ پھر فرماتا ہے جب بندہ لوگوں میں بیان کرتا ہے تو میں ان لوگوں سے بہتر جن میں وہ میرا ذکر کرتا ہے اس کا ذکر کرتا ہوں۔ یعنی متقیوں اور نیکوں میں اس کا ذکر بلند کرتا ہوں اور دنیا اقرار کرتی ہے کہ وہ متقی ہے۔

بارہواں فائدہ یہ ہے کہ محبت بڑھتی ہے کیونکہ انسان کا قاعدہ ہے کہ جس چیز سے ہر وقت اسے تعلق رہے اس سے انس پیدا ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ جس گاؤں یا شہر میں آدمی رہتا ہے اس سے بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جب بندہ صبح و شام بلکہ ہر موقعہ پر خدا تعالیٰ کو بار بار یاد کرتا اور نام لیتا ہے تو آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں بڑھتی جاتی ہے۔

یہ ہیں ذکر اللہ کے فوائد جو میں نے مختصر طور پر بیان کر دیئے ہیں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اور مجھے بھی خدا تعالیٰ ان سے مستفید کرے۔ آمین

۱؎ اور خاص کر اخبار الفضل کیونکہ اس میں حضور کے خطبات وغیرہ نہایت محنت اور کوشش سے مرتب کر کے بالترتیب شائع کئے جاتے ہیں۔ (مرتب کنندہ)

۲؎ (نوٹ) حضور یہاں تک فرما چکے تھے کہ کسی شخص نے سوال کیا کہ جن فرشتوں کو آپ نے دیکھا ہے ان کی شکل کیا تھی۔ اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ فرشتوں کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ اور میں نے ان کو مختلف رنگوں میں دیکھا ہے اور بعض کے تو ایسے رنگ تھے۔ جو دنیا میں ہیں ہی نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ فرشتے اپنی اصلی شکل میں انسان کو دکھائی نہیں دے سکتے۔ اس لئے وہ کبھی کسی انسان کی شکل میں اور کبھی کسی اور شکل میں نظر آتے ہیں۔

۳؎ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی یہاں تک فرما چکے تھے کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ کیا جمعہ کے دن بھی قرآن پڑھنا چاہئے اگر پڑھنا چاہئے تو اس دن درس کیوں نہیں ہوتا۔ (قادیان میں جمعہ کے دن درس نہیں دیا جاتا) اس کے متعلق حضور نے فرمایا۔ جمعہ کے دن بھی قرآن کریم پڑھنا چاہئے۔ اور درس اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ ایک قسم کی تعلیم ہے اور جمعہ کو مسلمانوں کے لئے چھٹی کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ اس لئے تعلیمی کام چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ دوسرے اس دن ایک اور عبادت بڑھا دی گئی ہے۔ اور وہ خطبہ ہے۔ وہی درس کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

۴؎ کسی نے عرض کیا کہ کیا اس طرح پڑھنے کے لئے تسبیح رکھ لی جائے۔ اس کے متعلق حضور نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔

۵؎ (نوٹ) کسی صاحب نے سوال کیا کہ کیا اپنی بیوی سے بھی نہ کرے۔ حضور نے فرمایا کہ کسی خاص ضرورت کے بغیر کسی سے نہ کرے۔ خواہ بیوی ہی ہو۔

۶؎ آیت الکرسی یہ ہے۔ اللہ لا الٰہ الا ھو ۚ الحی القیوم ۚ لا تأخذہ سنۃ و لا نوم ۚ لہ ما فی السموت و ما فی الارض ۚ من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ ۚ یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم ۚ و لا یحیطون بشیءٍ من علمہ الا بما شاء ۚ وسع کرسیہ السموت و الارض ۚ و لا یؤدہ حفظھما ۚ و ھو العلی العظیم ○ (البقرہ ۲۵۶)

تینوں قل یہ ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

قل ھو اللہ احد ○ اللہ الصمد ○ لم یلد ○ و لم یولد ○ و لم یکن لہ کفوا احد ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

قل اعوذ برب الفلق ○ من شر ما خلق ○ و من شر غاسق اذا وقب ○ و من شر النفثت فی العقد ○ و من شر حاسد اذا حسد ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

قل اعوذ برب الناس ○ ملک الناس ○ الٰہ الناس ○ من شر الوسواس الخناس ○ الذی یوسوس فی صدور الناس ○ من الجنۃ و الناس ○